

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو

قرآن مجید کی لغوی تشریح

پارہ آٹھ

{سورة الفاتحة، سورة البقرة آیت نمبر 141 تک}



www.KitaboSunnat.com

تالیف و تشریح

حافظ عبد الجبار

[فاضل مدینہ یونیورسٹی]

پبلشرز: ڈسٹری بیوٹرز



لاہور - پاکستان

فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ

لاہور - پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [يوسف 2/12]

یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو

قرآن مجید کی لغوی تشریح

پارہ آٹھ

{سورة الفاتحة، سورة البقرة آیت نمبر 141 تک}



تالیف و تشریح

حافظ عبدالجبار

[فاضل مدینہ یونیورسٹی]

پبلشرز: ریڈ سٹری بیورز



لاہور - پاکستان

فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ

لاہور - پاکستان

جملہ حقوق بحق فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ محفوظ ہیں

یہ کتاب گوہرِ حیات ہے۔ اس میں قرآن مجید کی لغوی تشریح ہے۔ اس کی مدد سے قرآن مجید کی لغوی تشریح کی جاتی ہے۔ اس کی مدد سے قرآن مجید کی لغوی تشریح کی جاتی ہے۔ اس کی مدد سے قرآن مجید کی لغوی تشریح کی جاتی ہے۔

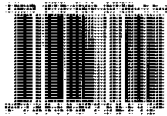
نام کتاب	✽ قرآن مجید کی لغوی تشریح (پہلا پارہ)	23401
تالیف و تشریح	✽ حافظ عبدالجبار مدنی	ع م ب د س ق
اہتمام	✽ ابو عاصم رحمت بیگ	
نگران اشاعت	✽ عاصم مرزا	
ڈیزائننگ	✽ چودھری زاہد لطیف	
سکیننگ	✽ ڈاٹ لنکس، لاہور	
ناشر	✽ فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ	
پہلا ایڈیشن	✽ نومبر 2010ء	
تعداد	✽ 1000	
سائز	✽ 7.25" X 9.50"	
صفحات	✽ 232	

طابع و ڈسٹری بیوٹرز ✽ ولایت سنز (پبلشرز)

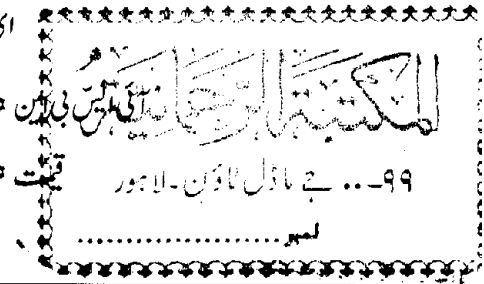
محمدی ہاؤس، 14- ایبٹ روڈ، لاہور۔ پاکستان

فون: 4-36311513 فیکس: 042-36311512

ای میل: walayatsons@yahoo.com



978-969-8738-11-2



حسین ترتیب

صفحہ	نمبر	آیت	صفحہ	نمبر	آیت
33	15	* اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ -----	9		* أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
34	16	* أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَهَ -----			الفاتحة
35	17	* مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا -----	10	1	* بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
37	18	* صُمْ بُلْمَ عُمَى فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ -----	11	2	* أَلْحَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
37	19	* أَوْ كَصَيْبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ -----	12	3	* الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
39	20	* يَكَاذُ الْبَرِيُّ يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ -----	12	4	* مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ
41	21	* يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي -----	13	5	* إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ
42	22	* الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَمْوَءَ -----	15	6	* إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
44	23	* وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا -----	16	7	* صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ -----
45	24	* فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا -----			البقرة ۲
46	25	* وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ -----	18	1-2	* أَلَمْ يَكُنْ لَكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ -----
49	26	* إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ -----	20	3	* الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ -----
51	27	* الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ -----	22	4	* وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ -----
52	28	* كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ -----	23	5	* أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ -----
53	29	* هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ -----	24	6	* إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ -----
54	30	* وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّي -----	24	7	* خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ -----
56	31	* وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ -----	25	8	* وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا -----
57	32	* قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا -----	26	9	* يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا -----
58	33	* قَالَ يَا آدَمُ أَنْصِتْ لَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ -----	27	10	* فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ -----
60	34	* وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوا -----	29	11	* وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا -----
61	35	* وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ -----	30	12	* إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ -----
62	36	* فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا -----	30	13	* وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ امْشُوا كَمَا -----
64	37	* فَكَلَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٌ -----	32	14	* وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا -----

109	64	﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ----- ﴾	65	38	﴿ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ----- ﴾
110	65	﴿ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ ----- ﴾	67	39	﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ----- ﴾
111	66	﴿ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا ----- ﴾	68	40	﴿ لِيُبَيِّنَ إِسْرَائِيلَ إِذْ كُرُوا بِعِبَتِي الْآتِقِ ----- ﴾
113	67	﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ ----- ﴾	69	41	﴿ وَأَمِنُوا بِهَا أَنْزَلْتُ مَصَدِّقًا لِّمَا ----- ﴾
114	68	﴿ قَالُوا إِذْ لَنَا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا هِيَ ----- ﴾	70	42	﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ----- ﴾
116	69	﴿ قَالُوا إِذْ لَنَا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَنَا ----- ﴾	71	43	﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ----- ﴾
117	70	﴿ قَالُوا إِذْ لَنَا رَبِّكَ يُبَيِّنُ ----- ﴾	72	44	﴿ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ ----- ﴾
118	71	﴿ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ ----- ﴾	73	45	﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ ----- ﴾
120	72	﴿ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّعَىٰ عَلَيْهَا ----- ﴾	75	46	﴿ الَّذِينَ يَنْتَوُونَ أَنَّهُمْ مُلْكُوا رَائِهِمْ ----- ﴾
121	73	﴿ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ ----- ﴾	76	47	﴿ لِيُبَيِّنَ إِسْرَائِيلَ إِذْ كُرُوا بِعِبَتِي ----- ﴾
122	74	﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ----- ﴾	78	48	﴿ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ ----- ﴾
126	75	﴿ أَفَتَعْظُمُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ ----- ﴾	79	49	﴿ وَإِذْ نَجَّيْنَاهُمْ مِنَ آلِ فِرْعَوْنَ ----- ﴾
127	76	﴿ وَإِذْ لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ----- ﴾	81	50	﴿ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ ----- ﴾
130	77	﴿ أَوْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ ----- ﴾	83	51	﴿ وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرَبِّعِينَ لَيْلَةً ----- ﴾
131	78	﴿ وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ ----- ﴾	84	52	﴿ ثُمَّ عَقَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ----- ﴾
132	79	﴿ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ ----- ﴾	85	53	﴿ وَإِذْ أَنْبَأْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ ----- ﴾
133	80	﴿ وَقَالُوا لَنْ نَمَسَّنَا النَّارَ إِلَّا ----- ﴾	87	54	﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَقُورِ ----- ﴾
135	81	﴿ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ ----- ﴾	89	55	﴿ وَإِذْ قُلْتُمْ لِيُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ ----- ﴾
136	82	﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ----- ﴾	91	56	﴿ ثُمَّ بَعَثْنَاكَ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكَ ----- ﴾
136	83	﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ----- ﴾	92	57	﴿ وَظَلَلْنَا عَلَيْكُمُ الضَّمَالَةَ وَأَنْزَلْنَا ----- ﴾
139	84	﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ ----- ﴾	94	58	﴿ وَإِذْ قُلْنَا إِذْ خُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا ----- ﴾
140	85	﴿ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ ----- ﴾	97	59	﴿ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا ----- ﴾
143	86	﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيَاةَ ----- ﴾	98	60	﴿ وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا ----- ﴾
144	87	﴿ وَلَقَدْ أَنْبَأْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا ----- ﴾	100	61	﴿ وَإِذْ قُلْتُمْ لِيُوسَىٰ لَنْ نَّصْبِرَ عَلَىٰ ----- ﴾
146	88	﴿ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۗ بَلْ لَعَنَهُم ----- ﴾	105	62	﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا ----- ﴾
147	89	﴿ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ----- ﴾	107	63	﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا ----- ﴾

ابتدائیہ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ آمَّا بَعْدُ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کی ہدایت کیلئے ایک جامع و اکمل کتاب ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے اعمال و اقوال کے ذریعے تشریح فرمائی۔ قرآن کریم صرف احکام و تشریحات کی کتاب نہیں ہے بلکہ پوری کائنات کیلئے ایک ضابطہ حیات ہے۔ قرآن میں فکر و تدبیر، حکمت و عبرت، علم و نظر و عقل و افعال پر بے شمار آیات ہیں۔ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (البخاری: باب فضائل قرآن) [تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے]۔ قرآن کے نزول کا مقصد اس میں تدبیر، غور و فکر کرنا اور عمل کرنا ہے۔ عدم تدبیر کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے! أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْرًا عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد: 24/47) [کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) پر غور (و فکر) نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے (گئے) ہیں؟] [مقتفل دلوں کے بارے میں فرمان ربانی ہے! قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَنُفُوسًا مُنْفَصِلَاتٍ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى (حم السجده: 44/41) [اے نبی ﷺ] آپ (ان سے) کہہ دیں کہ ایمان والوں کے لیے تو یہ (قرآن سرتاپا) ہدایت اور (روحانی امراض کے لیے) شفا ہے اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں کی (یہ) ڈاٹ (کارک) ہے اور ان کی آنکھوں پر (یہ) پٹی ہے]۔

قرآن مجید ضخامت و حجم میں چھوٹا ہے لیکن مضامین اور معنوی عظمت کے لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ وسعت معلومات اور براہین و دلائل کے لحاظ سے ایسا بحر رواں ہے جسکا کوئی کنارہ نہیں، اسکا اسلوب و بیان فطری ہے۔ انسانی عقل و فراست اسکی کا حقہ حقیقت سے عاجز ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی علمی استعداد و قوت کے مطابق اس چشمے سے سیراب ہو سکتا ہے۔ اسکے وقت نزول سے لے کر تاحال اہل علم نے اسکے معانی، تفاسیر و دیگر علوم و معارف پر قلم اٹھایا ہے اور اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور دنیا کی ہر زبان میں اسکی نشر و اشاعت ہو رہی ہے۔ ایسی کتاب جو انسان کا تزکیہ کر کے سعادتوں کی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے اور ایک مجرم کو ضلالت و جہالت سے نکال کر اللہ کا مقرب بنا دیتی ہے۔ دنیا کی عظیم سے عظیم کتاب بھی اسکا بدل نہیں بن سکتی اور نہ انسان اسکی کثرت قرأت سے اکتاتا ہے۔

اگر مسلمان اپنی سابقہ عظمت رفتہ کی طرف واپس آنا چاہتے ہیں تو اس عظیم الشان کتاب کو سمجھ کر پڑھیں، صرف زبانی یاد کر لینے سے اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی شکایت ہمیں بدبختی کے گڑھے کی طرف دھکیل دے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

قرآنی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے عربی زبان اور اس کے قواعد کو سیکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اس کے قواعد کو آسان سے آسان تر کرنے کے لئے ہر دور میں کوشش ہوتی رہی ہے۔ ”فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ“ کے بانی پروفیسر عطا الرحمن ثاقب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اچھا سلیقہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے اس قرآن فہمی کی دعوت حقہ کو عام کرنے کے لئے تحریر و تقریر کے ذریعے 1995ء سے کام شروع کر کے اس مبارک کوشش کا آغاز کیا، لیکن اہل باطل کو ان کا یہ طریقہ درس و تدریس اور نشر و اشاعت اچھا نہ لگا کیونکہ اس سے ان کو اپنا مستقبل تاریک ہوتا نظر آ رہا تھا اس لیے انہوں نے پروفیسر عطا الرحمن ثاقب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو 19 مارچ 2002ء کو شہید کر دیا (اللہ رب العالمین ان کی شہادت کو قبول فرمائے، آمین)۔

لیکن شاید ناعاقبت اندیش دشمنان دین کو اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر: 9/15)** [بے شک ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں]۔

پروفیسر عطا الرحمن ثاقب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ”قرآن مجید کی لغوی تشریح“ کے لئے خانوں میں قرآن کے الگ الگ الفاظ، نیچے اس کا لفظی ترجمہ، نیچے گرامر، اس کے بعد با محاورہ ترجمہ، لغوی نکات کا عنوان اور پھر مختصر تفسیری نکات کا عنوان قائم کر کے بہت اچھا کام شروع کیا تھا۔ ان کی شہادت تک سورۃ البقرۃ کی صرف اکتالیس آیات ہی ”مجلہ فہم قرآن“ میں شائع ہوئی تھیں۔ پروفیسر عطا الرحمن ثاقب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ”مجلہ فہم قرآن“ میں قسط وار شائع کرنے کے لیے ادارہ ”فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ“ نے اس کام کی ذمہ داری میرے سپرد کر دی۔ عربی گرامر پڑھنے کے بعد قرآن فہمی کے لئے یہ طریقہ بہت آسان ہے اور ایسا عمدہ طریقے سے کام میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ کے موجودہ چیئرمین ڈاکٹر طارق ہمایوں شیخ صاحب نے 2008ء میں فرمایا کہ سورۃ البقرۃ کی لغوی تشریح پر از سر نو نظر ثانی کر کے اسے مزید عام فہم بنائیں تاکہ قرآن فہمی کے طلباء کو مزید قرآن سمجھنے میں آسانی ہو۔ الحمد للہ! اٹھارہ ماہ میں سورۃ البقرۃ پر لغوی تشریح کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ اب سورہ آل عمران پر کام جاری ہے اور تقریباً 30 آیات مکمل ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مزید قوت و استعداد عطا فرمائے اور دین حقہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وما توفیقی الا باللہ

حافظ عبدالجبار مدنی

فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ

۸- ذی الحجۃ ۱۴۳۱ھ

15- نومبر 2010ء

عرض ناشر

أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ رب العزت نے سیدنا آدم ﷺ کو پیدا فرمایا اور ان سے سلسلہ انسانیت شروع ہوا اور پوری دنیا میں پھیل گیا۔ انسان کی ہدایت و راہنمائی کیلئے انبیاء ﷺ کو تسلسل کیساتھ دنیا میں مبعوث فرما کر صحیفے اور الہامی کتب بھی نازل فرمائیں۔ اسی سلسلے کی آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی جو رہتی دنیا تک پوری انسانیت کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: إِنَّ هَذَا قُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿۱﴾ قَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (الدھر: 29/76) [پیشک یہ (قرآن تو) ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (پہنچنے کا صحیح) راستہ اختیار کر لے۔]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّاكِمٍ (القمر: 17/54) [اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو (لوگوں کے) نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے، پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔]

اس نصیحت اور ہدایت (قرآن مجید) کی تعلیمات کو چھوڑ دینے پر رسول کریم ﷺ اللہ القوی العزیز سے عرض کریں گے: لِيَذَرَكَ إِنَّا قَوْمٌ اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان: 30/25) [اے میرے رب، میری قوم نے قرآن کو نظر انداز کر کے رکھا (نہ ہی سمجھنے کی کوشش کی اور نہ ہی اسکی تعلیمات پر عمل کیا)۔] قرآن مجید کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچانے کیلئے پروفیسر عطاء الرحمن ثاقب شہید ﷺ نے ”فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ“ کی بنیاد رکھی اور قرآنی گرامر کو سمجھنے کیلئے ایک مختصر اور آسان سلسلے ”تیسیر القرآن“ ترتیب دیا۔ تیسیر القرآن کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مقبول کیا کہ فہم قرآن کلاسز کے علاوہ پاکستان کے اکثر سکولوں اور مدارس میں اضافی کورس کے طور پر پڑھائی جا رہی ہے اور ستمبر 1999ء میں مجلہ فہم قرآن میں ”قرآن مجید کی لغوی تشریح“ کا آغاز کیا جو ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ پروفیسر عطاء الرحمن ثاقب شہید ﷺ سورۃ البقرۃ کی ابھی صرف آیتیں ہی مکمل کر پائے تھے کہ انہیں شہید کر دیا گیا (اللہ تعالیٰ انکی اس کاوش کو مقبول و منظور فرما کر بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔)

الحمد للہ! پروفیسر عطاء الرحمن ثاقب شہید کی اس کاوش کو آگے بڑھانے کیلئے ہمیں گرامر کے ایک اچھے استاد حافظ عبدالجبار مدنی کی خدمات میسر آ گئیں جس سے یہ سلسلہ ”قرآن مجید کی لغوی تشریح“ جاری ہے اور ہر ماہ ”مجلہ فہم قرآن“ میں تسلسل کیساتھ شائع ہو رہا ہے۔ پروفیسر عطاء الرحمن ثاقب شہید ﷺ کی زندگی میں بھی طلبا کا مطالبہ تھا کہ ”قرآن مجید کی لغوی تشریح“ کو الگ الگ پاروں کی شکل میں شائع کیا جائے اس سے قرآن فہمی کے طلبا کو بہت فائدہ ہوگا اور قرآن مجید کو سمجھنے میں بھی آسانی ہوگی۔

لہذا ”فہم قرآن انسٹیٹیوٹ ٹرسٹ“ کی انتظامیہ نے محترم حافظ عبدالجبار مدنی صاحب سے درخواست کی کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے ”قرآن مجید کی لغوی تشریح“ (پہلا پارہ) مکمل کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب اس کام کا آغاز ہو چکا ہے اور پہلا پارہ اللہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ان شاء اللہ اب ایک ایک پارہ کر کے ”قرآن مجید کی لغوی تشریح“ کی اشاعت کی جائیگی۔ اللہ غفور الرحیم سے التجا ہے کہ وہ ہماری ان کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ڈاکٹر طارق ہمایوں شیخ (چیئرمین)

۱۳ ذی الحجۃ ۱۴۳۱ھ

20- نومبر 2010ء

○ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○

اَعُوذُ	بِ + اللّٰهِ	مِنْ	الشَّيْطَانِ	الرَّجِيْمِ
میں پناہ پکڑتا ہوں	ساتھ + اللّٰہ کے	سے	شیطان	مردود
فعل مضارع + فاعل	جار + مجرور	حرف جار	موصوف	صفت

بامحاورہ ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

لغوی نکات:

اَعُوذُ {ع و ذ} عَادَ يَعُوذُ (ن) اصل میں عَوَّذَ يَعُوذُ تھا فعل ماضی میں مطابقت (Co-ordination) اور فعل مضارع میں اسقاط حرکت (Drop Method) والا قاعدہ استعمال ہوا ہے۔ ”اَنَا“ ضمیر کا مفہوم اس کے اندر پوشیدہ ہے جو اس کا فاعل ہے [میں پناہ میں آتا ہوں]

بِ + اللّٰہ = مرکب جاری۔ اللّٰہ کا مادہ {و ل ء} ہو تو یہ لفظ اصل میں اَلْوَلَاكُ تھا اور وَاوُ کو ہمزہ سے بدلنا عربی زبان میں عام رائج ہے۔ جس طرح قَالَ يَقُولُ سے اسم الفاعل قَادِلٌ کی بجائے قَائِلٌ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں اللّٰہ رب العزت کا یہ اسم گرامی وَكَلَهُ [حیران و ششدر ہونا] سے ماخوذ ہوگا۔ یعنی ”اَلَّذَاتُ الَّتِي تَسْتَحْيِي فِيهَا الْعُقُولُ“ ایسی ہستی جس کی قدرتوں اور اس کی کائنات کی وسعتوں میں عقل گم ہو کر رہ جائے اور اس کا احاطہ نہ کر سکے اور اگر اس کا مادہ {ء ل ء} ہو تو یہ لفظ اَلَيْهَ يَأْكُلُ سے ماخوذ ہوگا یعنی ”اَلَّذَاتُ الَّتِي تَسْتَحْيِي الْاُلُوْهِيَّةَ“ ایسی ہستی جو الوہیت کی مستحق ہو۔ واضح رہے الوہیت عبودیت کی ضد ہے اور عبودیت اس جذبے کو کہا جاتا ہے جو ہر بندے کی فطرت کا حصہ ہے یعنی ہر شخص میں یہ جذبہ موجود ہے کہ وہ کسی کو بالاترین ہستی تصور کرتے ہوئے اس کے سامنے جھکے اور عجز و انکساری کا اظہار کرے۔ اسلام میں اس جذبے کا اظہار کسی بھی مخلوق کے سامنے نہیں بلکہ صرف خالق کائنات کے سامنے کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

مِنْ حرف جر ہے۔ [سے]

مِنْ الشَّيْطَانِ کو ملا کر مِنَ الشَّيْطَانِ پڑھا گیا۔ بعض اہل لغت کے ہاں اس کا مادہ {ش ط ن} ہے جس کا معنی (دور ہونا) ہے یعنی ”حق سے یا اللّٰہ کی رحمت سے دور ہونے والا شخص“ جب کہ بعض کے نزدیک یہ لفظ شَطَا يَشِيْطُ {ش ي ط} سے ”فَعْلَانٌ“ کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے جس کا معنی (ہانڈی کا جلنا یا کسی کا غصے سے بھڑک اٹھنا) ہے۔ حق کے خلاف حسد کی آگ میں جلنے والے اور اسلام کی نشر و اشاعت اور ترقی سے غصہ کھانے والے کے لئے شیطان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ ایسے لوگ چونکہ اللّٰہ کے خلاف بغاوت اور سرکشی

کرنے والے اور گمراہ لوگوں کے زعماء اور سردار ہوتے ہیں، اس لئے سرکش، باغی اور کفر کے سرغنوں کو شیاطین کہا گیا ہے۔ مراد ان کے لیڈران ہیں۔

الرَّحِيمِ { رجم } رَجَمَ يَرْجُمُ (ن) سے ”فَعِيلٌ“ کے وزن پر رَجِيمٌ استعمال ہوا ہے۔ فَعِيلٌ کے وزن (Rhythm or Die) پر استعمال ہونے والا اسم عربی زبان میں عموماً مبالغے یعنی کثرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً عَلِيمٌ کا معنی بہت زیادہ جاننے والا جب کہ عَلِيمٌ کا معنی صرف جاننے والا ہے اور بعض اوقات فَعِيلٌ ”مَفْعُولٌ“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً فَعِيلٌ کے وزن پر استعمال ہونے والا اسم قَتِيلٌ ”مَقْتُولٌ“ کے معنی میں ہے۔ اسی طرح جَرِيحٌ بمعنی مَجْرُوحٌ وغیرہ۔ یہاں بھی الرَّحِيمُ ”الْمَرْجُومُ“ کے معنی میں ہے۔ رجم کا معنی ہے سنگسار کرنا، پتھر مارنا۔ چنانچہ اس کا معنی ہوگا ”وہ شیطان جسے رجم کر کے یعنی ذلیل و رسوا کر کے اللہ کے دربار سے نکال دیا گیا۔“

تفسیری نکات: شیطان نے اسی دن آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ وہ انہیں مجبور ملائکہ کے اعزاز سے محروم کرنے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ جس مخلوق کی خاطر اسے اللہ کے دربار سے نکالا گیا ہے، وہ اس اعزاز و منصب کی اہل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے یہ مہلت دے دی۔ انسان اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہہ کر اللہ کی پناہ طلب کرتا ہے کہ اگر اللہ اسے دامن پناہ میں نہ لے تو وہ شیطان کے حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ترکیب نحوی: ”اَعُوذُ“ فعل + فاعل ”ب“ حرف جر + ”اللہ“ مجرور = مرکب جاری نمبر 1 ”مِن“ حرف جر ”الشَّيْطَانِ“ موصوف ”الرَّحِيمِ“ صفت۔ موصوف + صفت = مجرور = مرکب جاری نمبر 2۔ اَعُوذُ + مرکب جاری نمبر 1 + مرکب جاری نمبر 2 = جملہ فعلیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ {1}

بِ + اِسْمِ	اللّٰهُ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِیْمِ
(شروع کرتا ہوں) ساتھ + نام	اللہ تعالیٰ کے	جو بہت رحم کرنے والا	نہایت مہربان ہے
جار + مجرور مضاف	مضاف الیہ، موصوف	صفت اول	صفت ثانی

بامحاورہ ترجمہ: میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔

لغوی نکات:

بِسْمِ بِ + اِسْمِ میں اِسْمِ کے ہمزہ کو ساکت (Silent) کر کے بِسْمِ پڑھا گیا۔ مرکب جاری ہے۔ ”اِسْمِ“ لفظ اللہ کی طرف مضاف ہے۔ اسی لئے بِالْاِسْمِ اللّٰهِ نہیں کہا گیا۔ کیونکہ مضاف سے پہلے ال استعمال نہیں ہوتا۔ اس (بِسْمِ) سے پہلے اَبْدًا (میں شروع کرتا ہوں) محذوف (Dropped) ہے۔

لفظ اللہ یہاں اسم کا مضاف الیہ ہے، اسی لئے حالت جر میں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کی دو صفات آرہی ہیں، اس لئے یہ لفظ مضاف الیہ ہونے کے ساتھ ساتھ موصوف بھی ہے۔

{رح م} {س} رَحِمٌ يَرْحَمُ سے فَعْلَانِ کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے۔ لفظ اللہ کی صفت نمبر 1 ہونے کی وجہ سے حالت جر میں ہے۔

یہ لفظ بھی {س} رَحِمٌ يَرْحَمُ سے فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے۔ اس میں کثرت کے ساتھ ساتھ دوام اور استمرار کا معنی بھی ہے۔ یہ لفظ اللہ کی صفت نمبر 2 ہونے کی وجہ سے حالت جر میں ہے۔ اہل لغت یہاں موصوف صفت کی بجائے مبدل منہ اور بدل کی اصطلاحات بھی استعمال کرتے ہیں۔ ”الرَّحْمَانُ“ اور ”الرَّحِيمُ“ کی مزید تشریح آگے آرہی ہے۔

ترکیب نحوی: ب = حرف جر۔ ام = مجرور + مضاف۔ اللہ = مضاف الیہ + موصوف۔ الرحمن = صفت نمبر 1۔ الرحیم = صفت نمبر 2۔ موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مضاف الیہ ہوا۔ اسم مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا۔ جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا اَبْدًا کے اَبْدًا فعل اپنے فاعل (انا) اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ {2}

اَلْحَمْدُ	لِ + اللّٰهِ	رَبِّ	اَلْعَالَمِينَ
تمام تعریفیں	لئے / واسطے + اللہ کے	پالنے والا	تمام جہانوں کا
مبتدا	(خبر) جار + مجرور موصوف	صفت مضاف	مضاف الیہ جمع الْعَالَمِ

بامحاورہ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

لغوی نکات:

اَلْحَمْدُ

{ح مد} {س} حَمِدًا يَحْمَدُ سے اسم مبتدا ہے اور اس سے پہلے الف لام پوری جنس کا احاطہ کرنے کے لئے ہے۔ چنانچہ معنی ہوگا ہر وہ جذبہ جس کا تعلق جنس حمد سے ہو۔ حمد اس جذبے کا نام ہے جو کسی نعمت یا احسان کی وجہ سے انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اور یہ جذبہ ہر انسان کی فطرت کا حصہ ہے۔

لِ + اللّٰهِ یہاں اللہ موصوف ہے اور آگے اس کے 4 صفات آرہی ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ انسان کے دل میں پیدا ہونے والے جذبہ تشکر و ممنونیت اور عقیدت و محبت کا استحقاق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ یہ ایک دعویٰ ہے جس کی دلیل بھی آگے دی جا رہی ہے۔

اس لفظ کا مادہ {ر ب ب} ہے باب (ن) اور اس سے ماضی و مضارع رَبَّ يَرْبُّ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی کسی چیز کا تدریجاً پروان چڑھنا اور ارتقائی عمل سے گزرنا ہے ربوبیت اس نظام کو کہا جاتا ہے جس کے تحت کوئی مخلوق عدم سے

وجود میں آنے کے بعد تدریجاً پروان چڑھنے کے عمل سے گزرتی ہے اور جس کے ہاتھ میں یہ نظام ہے اسی کے لئے یہاں رب کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے جو اپنے حقیقی معنوں میں ہے۔

یہ العالم کی جمع ہے جس سے مراد ہر وہ مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور معرفت کی علامت یعنی دلیل ہو۔ اس میں عالم السموات والارض، عالم الانس والجن، عالم الملائکہ، عالم الحشرات، عالم النبات وغیرہ ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان تمام جہانوں کی ربوبیت کا انتظام جس ہستی کے ہاتھ میں ہے وہی تمہاری عقیدتوں اور شکر و ثناء کے جذبات کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہستی نہیں جس کی نظام ربوبیت میں شراکت ہو۔

رَبّ = مضاف الْعَالَمِيْنَ = مضاف الیہ۔ مرکب اضافی۔ یہ اللہ کی صفت نمبر 1 ہے۔

الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ مُلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (3-4)

الرَّحْمٰنُ	الرَّحِيْمُ	مُلِكِ	يَوْمِ	الدِّيْنِ
بہت رحم کرنے والا ہے	نہایت مہربان ہے	وہ مالک ہے	دن	قیامت کے
صفت نمبر 1	صفت نمبر 2	صفت نمبر 3 مضاف	مضاف الیہ + مضاف	مضاف الیہ

بامحاورہ ترجمہ: وہ (اللہ) بہت مہربان ہے۔ نہایت رحم کرنے والا ہے۔ وہ بدلے (قیامت) کے دن کا مالک ہے۔

لغوی نکات:

الرَّحْمٰنُ اس لفظ کا مادہ {رحم} ہے اور یہ فَعْلَانُ کے وزن (Rhythm) پر ہے جو مبالغے اور کثرت (یعنی بہت زیادہ) کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً عَظْمَانُ کا معنی ہے بہت زیادہ پیاسا، غَضَبَانُ کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو بہت شدید غصے میں ہو لیکن اس وزن پر استعمال ہونے والے لفظ میں کثرت کے ساتھ ساتھ دوام اور استمرار Continuity کا مفہوم موجود نہیں ہوتا۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ”فَرَجَعْنَاهُ مَوْسَىٰ اِلٰی قَوْمِهٖ غَضَبَانَ اَسْفًا“ اس آیت میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے غَضَبَانَ استعمال کیا گیا ہے جس میں شدت غضب کا معنی تو ہے مگر دوام غضب (Continuity of Anger) کا نہیں بلکہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت کا علم ہوا تو ان کا غصہ ختم ہو گیا۔ اس لئے الرَّحْمٰن کا معنی ہوگا [بہت زیادہ رحم کرنے والا، جس کی رحمت بے حد و بے حساب اور بے کراں ہے، جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں] یہ صفت نمبر 2 ہے۔

الرَّحِيْمُ یہ لفظ فَعِيْلُ کے وزن پر ہے اور اس وزن پر استعمال ہونے والے لفظ میں دوام اور تسلسل کا معنی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الرحمن کے ساتھ الرحيم کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ معنی ہوا [جس کی رحمت دائمی ہے۔ وہ کبھی غصے میں آکر ربوبیت کے نظام کو ختم نہیں کرتا اگر وہ ایسا کرے تو کرہ ارضیٰ پر کوئی ذی روح باقی نہ رہے] یہ صفت نمبر 3 ہے۔

مَلِكٌ {مَلِكٌ} (ض) مَلِكٌ يَمْلِكُ سے اسم الفاعل ہے۔ لفظ اللہ کی صفت نمبر 4 ہے۔ اسی لئے حالت جر میں ہے۔ ”مَلِكٌ“ [مالک بننے، اختیار رکھنے اور قابو پانے] کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مَلِكٌ کا معنی ہوگا [ایسی ذات جس کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہوں]۔ یہ لفظ آگے کی طرف مضاف ہے۔

يَوْمٌ یہ لفظ بیک وقت مضاف بھی ہے اور مضاف الیہ بھی۔ مضاف ہونے کی وجہ سے اس کے شروع میں الف لام نہیں ہے اور مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے حالت جر میں ہے۔ [دن] اس لفظ کا مادہ {دین} {ض) دَانَ يَدِينُ سے مصدر ”دَيْنٌ“ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

① کسی کے ساتھ معاملہ یا سلوک کرنا یا بدلہ دینا، کہا جاتا ہے کَمَا تَدِينُ تُدَانُ یعنی جس طرح کا سلوک تم کرو گے اسی طرح کا سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے ”اِنَّا لَنَدِينُنَّوْ“ یعنی کفار تجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے تھے کیا مرنے کے بعد ہمیں اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

② عبادت و اطاعت کرنا۔ قرآن مجید میں ہے ”فَاذْعُوْا مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ“ تو تم اسے پکارو اس کے لئے عبادت و اطاعت کو خالص کرتے ہوئے یعنی بغیر کسی شراکت کے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کیسے کرنی ہے، اس کے لئے اس نے جو اصول و ضوابط اور طریقے نازل فرمائے ہیں ان کے مجموعہ کا نام بھی دین ہے۔ اس آیت میں دین کا لفظ پہلے معنی میں ہے۔ چنانچہ ترجمہ ہوگا ”بدلے یعنی جزاء و سزا کے دن کا مالک“

[مَلِكٌ = مضاف، يَوْمٌ = مضاف الیہ + مضاف، الدِّيْنُ = مضاف الیہ] یہ پورا مرکب اضافی صفت نمبر 4 ہے۔

تفسیری نکات: اللہ کی صفات کا تذکرہ ہو رہا ہے، پہلی صفت کہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے اور صفت نمبر 2 کہ وہ بہت مہربان ہے اور صفت نمبر 3 کہ وہ نہایت رحم کرنے والا ہے اور صفت نمبر 4 کہ وہ قیامت کے دن کا مالک ہے، اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

إِيَّاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ تَسْتَعِينُ {5}

إِيَّاكَ	تَعْبُدُ	وَ	إِيَّاكَ	تَسْتَعِينُ
خاص + تیری	ہم عبادت کرتے ہیں	اور	خاص + تجھ سے	ہم مدد مانگتے ہیں
ضمیر منفصل مفعول بہ مقدم	فعل مضارع، فاعل	عاطفہ	ضمیر منفصل مفعول بہ مقدم	فعل مضارع + فاعل (استفعال)

بامحاورہ ترجمہ: (اے اللہ) خاص تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ سے ہی ہم مدد مانگتے ہیں۔

لغوی نکات:

إِيَّاكَ ضمیر اصل میں ک ہی ہے، إِيَّاكَ کا اضافہ اس وقت کیا جاتا ہے جب اسے الگ سے یعنی منفصل (Separate) استعمال

کرنا ہو۔ قرآن مجید میں ہے ”نَحْنُ نَزَّزْنَاكُمْ وَايَاكُمْ“ اس آیت میں ”نَحْنُ“ ضمیر متصل ہے اور ”هُمْ“ کو بطور ضمیر منفصل کے لایا گیا ہے۔ اِیَّاكُم کے ساتھ استعمال ہونے والی ضمیر ہمیشہ فعل کے ساتھ لیکن منفصل (Separate) آتی ہے اور فعل کے ساتھ استعمال ہونے والی ضمیر ہمیشہ مفعول بن کر استعمال ہوتی ہے اور مفعول چونکہ منصوب ہوتا ہے، اس لئے اِیَّاكَ، اِیَّاكُمْ وغیرہ کو ضمائر منصوبہ منفرکہ کہا جاتا ہے۔ ”ہی“ کا معنی ”اِیَّا“ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس ضمیر کو فعل ”نَعْبُدُ“ سے پہلے لانے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ جب مفعول کو فعل سے پہلے لایا جائے تو حصر یعنی ”ہی“ کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ اصل میں نَعْبُدُكَ تھا اس لفظ کا مادہ (Root) {ع ب د} ہے۔ اس سے فعل استعمال ہوتا ہے عَبَدَ يَعْبُدُ (ن) جس کا لفظی معنی ہے کسی راستے کو ہموار کرنا۔ کہا جاتا ہے ”عَبَدْتُ الطَّرِيقَ“ یعنی میں نے راستے کو ہموار کیا۔ ”طَرِيقٌ مَعْبُودٌ“ اس راستے کو کہا جاتا ہے جس پر چل کر اسے دبا دیا گیا ہو اور اسے ہموار کر دیا گیا ہو۔ یہاں سے یہ لفظ ”دب جانے، جھک جانے اور عجز و انکساری کا اظہار کرنے“ کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ عبودیت اس جذبے کو کہا جاتا ہے جو ہر انسان کی فطرت کا حصہ ہے اور اس کے باطن میں موجود ہے کہ وہ کسی ہستی کو مافوق الفطرت اور کائنات کی بالاترین ہستی سمجھتے ہوئے اس کے سامنے خشوع و خضوع اور عجز و انکساری کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور یہ جذبہ ہر انسان میں موجود ہے۔ قرآن یہ چاہتا ہے کہ عبودیت و بندگی کے اس جذبے کا اظہار کسی مخلوق کے سامنے نہیں بلکہ خالق کائنات کے سامنے کیا جائے اور یہاں اللہ کی طرف سے اپنے بندوں سے یہی اقرار کرایا جا رہا ہے کہ ان کا جھکنا اور دینا صرف اللہ ہی کے سامنے ہے یعنی ان کی جبین نیاز جھکے تو صرف اس کے آگے۔

یہ حرف عطف ہے۔ یہ حرف ظاہر کرتا ہے کہ بات ابھی مکمل نہیں ہوئی بلکہ چل رہی ہے۔ یہ حرف عموماً اگلی عبارت کا پچھلی عبارت کے ساتھ تعلق ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگلی عبارت کو معطوف اور پچھلی عبارت کو معطوف علیہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اِیَّاكَ نَسْتَعِينُ معطوف اور اِیَّاكَ نَعْبُدُ معطوف علیہ ہے۔ ”و“ بعض اوقات قسم اور حال کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ

اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

اس لفظ کا مادہ {ع ب د} ہے۔ اس سے ایک لفظ بنتا ہے عَوَّنَ جس کا معنی ہے ”مدد“۔ حدیث میں ہے ”اِنَّ اللّٰهَ فِی عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِی عَوْنِ اَخِيهِ“ ”بے شک اللہ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے“ یعنی اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہے تو اللہ اس کی مدد کر کے اس کے کام سنوارتا رہتا ہے۔ یہاں عَوْن ”مدد“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس مادے (Root Word) سے عربی زبان میں تین ابواب یعنی ماضی اور مضارع کے مندرجہ ذیل تین Groups استعمال ہوتے ہیں:

نَعْبُدُ

و

اِیَّاكَ

نَسْتَعِينُ

- ① اَعَانَ يُعِينُ اِعَانَةً (افعال) [مدد کرنا، اعانت کرنا] اصل میں اَعَوْنَ يُعَوِّنُ تھا۔
- ② تَعَاوَنَ يَتَعَاوَنُ تَعَاوُناً (تفاعل) [ایک دوسرے کی مدد کرنا، تعاون کرنا] یہاں ”ایک دوسرے“ کا معنی باب تفاعل کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ اس باب کی خاصیت ”مشارکت“ ہے۔
- ③ اِسْتَعَانَ يَسْتَعِينُ اِسْتِعَانَةً (استفعال) [مدد طلب کرنا، استعانت کرنا] یہ اصل میں اِسْتَعَوْنَ يَسْتَعُوْنَ تھا، تعلیل کے بعد اِسْتَعَانَ يَسْتَعِينُ ہو گیا۔ طلب کرنے کا مفہوم باب استفعال کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ اس باب کی خاصیت ہے کہ اس میں طلب کرنے کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔

تفسیری نکات: اس آیت میں بندہ اعتراف کرتا ہے کہ اے اللہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ کسی اور کی عبادت اور اس سے استعانت ترک ہے، تو ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لئے ہونی چاہئے اور اسی طرح ہر طرح کی استعانت اسی سے ہونی چاہئے۔ پریشانی کے وقت انسان چاہتا ہے کہ وہ کسی ہستی کو مافوق الفطرت اور مافوق الاسباب سمجھتے ہوئے اس کے سامنے اپنی پریشانی پیش کرے اور اسے دور کرنے کے لئے اس سے مدد طلب کرے۔ اس آیت میں بندوں کو سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور ہستی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ {6}

اِهْدِنَا	الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِيمَ
ہدایت دے تو + ہم کو	راستے	سیدھے کی
فعل امر + مفعول	مفعول / موصوف	صفت

بامحاورہ ترجمہ: (اے اللہ) تو ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔

لغوی نکات:

اِهْدِ اس کا مادہ {هـ د ی} ہے۔ اس سے ماضی مضارع (ض) هَدَيْتَ هَدَيْتَ استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

- ① راستہ دکھانا، ② راستہ دکھاتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچانا۔
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿بِالشَّكِّ وَشَبْهِ اَبٍ سِيْدِهِ رَسْتَةِ كِي طَرْفِ هِدَايْتِ دِيْتِي هِيْنَ﴾ ليكن اِيك اور آيْتِ مِيں اس كِي نَفْيِ كِي گِي هِي۔ چنانچہ ارشاد باري تعالي هِي اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ ﴿بِ الشَّكِّ اَبٍ هِي چاهيں هِدَايْتِ نِهِيں دِي سَكْتِي لِيكِن اللّٰهَ هِي چاهي هِدَايْتِ دِي دِي تَا هِي﴾ واضِح رِهِي پَهْلِي آيْتِ مِيں هِدَايْتِ رَسْتَةِ دَكْهَانِي كِي مَعْنِي مِيں هِي اور دوسري آيْتِ مِيں

راستہ دکھاتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچانے کے معنی میں ہے۔ سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں ہدایت کا لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ پورا معنی ہوگا (تو سیدھا راستہ دکھا بھی اور اس راستے پر چلاتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچا بھی) اِھْدِ فَعْل امر ہے اور یوں بنا ہے: يَهْدِي = هُدٍ = اِھْدِ (فعل + فاعل) یہ ضمیر یہاں مفعول بن کر استعمال ہو رہی ہے، اس لئے ضمیر منصوب متصل کہلائے گی۔

الصِّرَاطُ کسی متعین راستے کو کہا جاتا ہے جب کہ سبیل کا لفظ عام ہے۔ یہ لفظ "اِھْدِ" کا مفعول نمبر 2 ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ چونکہ آگے اس کی صفت بھی آرہی ہے، اس لئے یہ موصوف بھی ہے۔
الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ صرطاط کی صفت ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ خط مستقیم بالکل سیدھے خط کو کہا جاتا ہے۔ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ سے مراد وہ راستہ ہے جس میں کوئی کجی نہ ہو، سیدھا منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو۔ اِھْدِ = فاعل، نَا = مفعول نمبر 1، الصِّرَاطُ = موصوف، مفعول نمبر 2، الْمُسْتَقِيمُ = صفت

تفسیری نکات: اس آیت میں بندہ اپنے رب سے یہ دعا مانگ رہا ہے کہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ سیدھے راستے سے مراد [انعام یافتہ لوگ (انبیاء، صدیقین، شہداء) وغیرہم کا راستہ ہے..... ہدایت کے دو معنی ہیں، راستہ دکھانا، منزل مقصود پر چلانا] یہاں دو معنی ہی مراد ہیں۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

صِرَاطَ	الَّذِينَ	أَنْعَمْتَ	عَلَيْهِمْ
راستہ	ان لوگوں کا جو	تو نے انعام کیا	اوپر + ان کے
بدل	اسم موصول جمع	فعل ماضی واحد مذکر مخاطب	جار + مجرور

بامحاوہ ترجمہ: راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا

لغوی نکات:

صِرَاطَ حالت نصب میں ہے کیونکہ یہ "الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" کی وضاحت ہے۔ اس عربی گرامر کی اصطلاح میں بدل بھی کہا جاتا ہے۔
الَّذِينَ اسم موصول، جمع مذکر، اَلَّذِي کی جمع ہے اور چونکہ اسم موصول مثنیٰ کی قسم ہے اس لئے یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے، اَلَّذُونَ استعمال نہیں ہوتا اور اس کا کوئی معنی بھی نہیں ہے۔

أَنْعَمْتَ {ن ع م} (افعال) أَنْعَمْتُ يَنْعَمُ سے فعل ماضی واحد مذکر مخاطب، اس کے آخر میں "ت" اَنْت سے ماخوذ ہے۔ اس مادے سے ایک لفظ نَاعِمٌ تروتازہ اور نرم و نازک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَجُودًا يَوْمَئِذٍ نَاعِمًا یعنی کچھ چہرے اس دن تروتازہ اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ نِعْمَةٌ سے مراد تروتازگی اور راحت و سکون ہے۔ أَنْعَمْتُ يَنْعَمُ کا مطلب ہوگا [کسی کو راحت و سکون اور عیش و آرام سے نوازنا]

عَلَيْهِمْ، اصل میں هُمْ تھا، نقل دُور کرنے کے لئے هُمْ کی بجائے هُمْ پڑھا گیا، یہ مرکب جاری ہے۔ [اوپر ان کے] صِرَاطٌ = مضاف، الَّذِينَ = اسم موصول، اَنْعَمْتُ = فعل + فاعل، عَلِيٌّ = حرف جر، صلہ = مضاف الیہ، بدل یعنی صِرَاطٌ الَّذِينَ اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ کی وضاحت ہے جب کہ هُمْ مجرور، الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ کو مبدل منہ کہا جائے گا۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ {7}

غَيْرِ	الْمَغْضُوبِ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	الضَّالِّينَ
نہ	جن پر غضب کیا گیا	اوپر + اُن کے	اور	نہ	گمراہوں کا
بدل الَّذِينَ سے مجرور مضاف	مضاف الیہ، اسم مفعول	جار + مجرور	عاطفہ	نافیہ	عطف علی المغضوب اسم فاعل جمع مذکر

بامحاورہ ترجمہ: نہ ان کا راستہ جن پر (تیرا) غضب نازل ہوا اور نہ (ان کا) جو گمراہ ہوئے۔

لغوی نکات:

غَيْرِ عَلَيْهِمْ“ میں ”ہم“ سے مراد جو ہستیاں ہیں ”غَيْرِ“ سے ان کی مزید وضاحت ہو رہی ہے۔ اسی لئے غَيْرِ کا لفظ حالت جر میں ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ”جن پر اے اللہ تو نے انعام کیا ہے وہ ان لوگوں کے علاوہ ہیں جن پر غضب نازل کیا گیا“، بعض اہل لغت کے نزدیک اس سے پہلے صِرَاطٌ کا لفظ محذوف ہے چنانچہ پوری عبارت یوں ہوگی ”صِرَاطٌ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ“ اس صورت میں غَيْرِ کا لفظ صِرَاطٌ کا مضاف الیہ اور اگلی عبارت کا مضاف ہوگا۔ اس صورت میں معنی ہوگا ”سیدھا راستہ۔ ان لوگوں کے راستے کے علاوہ ہے جن پر غضب کیا گیا“

{مغضوب} (س) غَضِبَ يَغْضِبُ سے اسم المفعول ہے، غَيْرِ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے حالت جر ہے۔ عَلِيٌّ + هُمْ = مرکب جاری، اس طبقے سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کے مخالفین کا وہ طبقہ ہے جس نے انبیاء کرام کی دعوت کو سرے سے مسترد کر دیا اور وہ ان کی دعوت کے خلاف صف آرا ہوئے۔

وَ حرف عطف ہے۔

لَا حرف نفی۔

{ض ل ل} {ض ل ل} سے اسم الفاعل ضَالٌّ اور اس کی جمع ضَالُّون استعمال ہوتی ہے۔ چونکہ اصل عبارت یوں ہے ”وَلَا صِرَاطٌ الضَّالِّينَ“ اس لئے ”الضَّالِّينَ“ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے حالت جر میں ہے۔ یا الضَّالِّينَ کا عطف غَيْرِ پر ہے اور غَيْرِ پر زير الَّذِينَ سے بدل ہے پھر مضاف تقدیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ضَلَّ يَضِلُّ کا معنی ہے ”سیدھے راستے سے ہٹ کر کج راہیوں پر جا کھٹنا“ اس طبقے سے مراد وہ طبقہ ہے جو انبیاء کرام کا مخالف اور ان کے خلاف محاذ آرائی اختیار کرنے والا تو نہیں لیکن ان کی لائی ہوئی شریعت کو منہ کر کے صراط مستقیم سے ہٹ کر اپنی الگ

قرآن مجید کی لغوی تشریح

راہیں نکالنے والا ہے۔ انبیائے کرام کو انہی دو طبقوں سے واسطہ پڑا۔ کھلم کھلا مخالفین سے یا ان کی شریعت کو مسخ کرنے والے نام نہاد معتقدین سے۔

عَبْرَ مِضَافٍ، الْمَغْضُوبِ مِضَافٍ إِلَيْهِ، عَلَيْهِمْ مَرْكَبٌ جَارِيٌّ، وَحَرْفٌ عَطْفٌ، لَا حَرْفٌ لَفِيٍّ، الصَّالِينَ صَرَاطًا (مخروف) کا مِضَافٌ إِلَيْهِ

تفسیری نکات: جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اس سے مراد یہودی ہیں۔ یہ حق کو پہچاننے کے باوجود اس کی مخالفت کرتے رہے اللہ کی شریعت کا مذاق اڑاتے رہے۔ دوسرا فرقہ نصاریٰ کا ہے جو گمراہ ہیں۔ انبیاء کے خلاف محاذ آرائی تو نہ کی البتہ صحیح شریعت کو مسخ کر کے الگ راہ بنالی جس میں جہالت زیادہ تھی۔ انبیاء کا مقابلہ انہی دو گروہوں سے ہوا۔

الْمَّ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۙ

الْمَّ	ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا	رَيْبَ
اللہ اس کے معنی کو جانتا ہے	وہ	کتاب (قرآن)	نہیں	شک
حروف مقطعات	اسم اشارہ مبتدا	مشاریہ	لفی جس خبر	لا کا اسم

فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ {2-1}

فِي + ۴	هُدًى	لِ + الْمُتَّقِينَ
میں + اس	ہدایت ہے	واسطے + پرہیزگاروں کے
جار + مجرور لا کی خبر	حال مِنْ ضمیر -ہ۔ فِيهِ	جار + مجرور، اسم فاعل جمع مذکر

بامحاورہ ترجمہ: اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ متقی لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔

لغوی نکات:

حروف مقطعات سے ہیں۔ تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے۔ قطع کا معنی کاٹنا ہے۔ انہیں حروف مقطعات اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان حروف کو کاٹ کر یعنی الگ الگ کر کے (With brake up) پڑھا جاتا ہے۔ اَلَمْ کی بجائے اَلَمْ لام میم۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ذٰلِكَ اِشَارَةٌ بَعْدَ هٰذَا الْكِتٰبِ كِي بَجَائِ ذٰلِكَ الْكِتٰبِ اِسْتِعْمَالُ كِيَا كِيَا هُوَ مَفْهُومٌ هُوَا "وہ کتاب جو لوح محفوظ میں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر اس کا نزول ہو رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، بعض مفسرین کے نزدیک "ذٰلِكَ" تعظیم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مفہوم ہے کہ "وہ کتاب جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نازل ہو چکی ہے، ہو رہی ہے یا مستقبل میں نازل ہونے والی ہے۔" ذٰلِكَ کا اشارہ سورۃ

فاتحہ کی طرف بھی ہو سکتا ہے کیونکہ سورہ فاتحہ ”أَمُّ الْكِتَابِ“ یعنی پوری کتاب کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ معنی ہوگا ”ذَلِكَ الْكِتَابُ الْمَذْكُورُ آيٌ مَلَكُوتٌ مُّخَصَّصَةٌ لَّكَرِيْبٍ فِيْهِ“ ذَلِكِ الْكِتَابُ اِشَارَةٌ + مِشَارٌ اِلَيْهِ = مَبْتَدَا

”لاَزِيْبٍ فِيْهِ“ میں ”لا“ نفی جنس کے لئے ہے اور ”زِيْب“ اس کا اسم ہے۔ اسی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ معنی ہوگا ”اس کتاب کے اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہونے میں شک و شبہ یا تردد کی ادنیٰ سی بھی گنجائش نہیں“ یہ اس لئے کہا گیا کہ اس سے قبل حروف مقطعات کے ذریعے عربوں کو وہ چیلنج یاد دلایا گیا ہے جو قرآن مجید نے اس جیسی کتاب یا سورت لانے کے متعلق بارہا دیا اور وہ اس کے سامنے عاجز و بے بس ہو گئے۔ گویا پہلے دلیل ذکر کی گئی اور پھر دعویٰ۔ قرآن مجید نے پوری عرب دنیا کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ یہ کتاب بھی انہیں 29 حروف سے مل کر بنی ہے جن سے تم شعر و ادب کے مجموعے ترتیب دیتے ہو۔ اگر ہمت ہے تو اس جیسی کتاب پیش کرو ورنہ اعتراف کرو کہ ”لاَزِيْبٍ فِيْهِ“ یعنی اس کتاب کے مُنْزَلٌ مِنَ اللّٰهِ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حروف مقطعات کو بعض سورتوں کے شروع میں لانے کی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کیونکہ تقریباً وہ تمام سورتیں جن کا آغاز حروف مقطعات سے کیا گیا ہے ان سورتوں میں حروف مقطعات کے فوراً بعد قرآن مجید کا ذکر ہے۔ مثلاً قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ / لَيْسَ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ / طه ۝ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْكُرَ / وَغَيْرُهُ۔ اس ضمن میں اہم ترین بات یہ ہے کہ عربی زبان میں حروف تہجی (Alphabets) کی تعداد بھی 29 ہے اور حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کی تعداد بھی 29 ہے۔ ”لاَزِيْبٍ فِيْهِ“ یہ جملہ ”ذَلِكَ الْكِتَابُ“ کی خبر ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ هُدًى کا مادہ {ہادی} ہے جو دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ① راہ دکھانا، ② منزل مقصود تک پہنچانا۔ یہاں دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پہلی صورت میں مفہوم ہوگا کہ اس کتاب سے وہی لوگ ہدایت و رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں جن میں تقویٰ کی صفت موجود ہوگی اور دوسری صورت میں مفہوم ہوگا کہ یہ کتاب اصحاب تقویٰ کو صراط مستقیم پہ چلاتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ بعض جگہ قرآن مجید کو ”هُدًى لِّلنَّاسِ“ کہا گیا ہے۔ وہاں صرف ”راہ دکھانے“ کے معنی میں ہے۔

لِّلْمُتَّقِيْنَ مرکب جاری ہے۔ اَلْمُتَّقِيْنَ کا مادہ {وقی} ہے۔ اَتَّقَى يَتَّقَى سے اِسْم الْفَاعِلِ ہے۔ {وقی} عربی لغت میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ① ڈرنا، ② بچنا۔

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تقویٰ کی اصطلاح بھی اس سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے ایسا ڈر جس میں بچاؤ بھی ہو۔ اس کی سادہ سی تمثیل یوں دی جاسکتی ہے کہ انسان سامنے سے آتے ہوئے تیر کو دیکھ کر ڈرتا بھی ہے اور اپنے آپ کو بچانے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ تقویٰ کا مفہوم ہوگا ”اللہ کے قہر و عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی معصیت اور گناہوں سے بچنا“ تقویٰ کی صفت و صلاحیت اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت بنا کر اس کے

اندر ودیعت کر دی ہے۔ ”فَالْتَمَّهَا فَجُوزَهَا وَتَقَوَّاهَا“ میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔

گزشتہ لغوی بحث کی روشنی میں ہڈی لِلْمُتَّقِينَ کا پورا مفہوم یوں ہوگا کہ یہ کتاب ان لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے والی یا راہ ہدایت پر گامزن کر کے منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے جن کی فطرت مسخ نہیں ہوئی بلکہ ان میں اس کتاب سے روشنی حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جس طرح آفتاب کی کرنوں اور ضیا پاشیوں سے روشنی وہی حاصل کر سکتا ہے جس میں قوت بصارت موجود ہے۔ آنکھیں بند کر کے آفتاب سے روشنی حاصل نہیں کی جاسکتی بعینہ قرآن مجید ایک ”نور“ ہے اور دل کی آنکھ کھولے بغیر اس سے ہدایت کی روشنی حاصل نہیں کی جاسکتی۔

”هُذًى لِلْمُتَّقِينَ“، ”ذَلِكَ الْكِتَابُ“ کی دوسری خبر ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے پہلے ”هُوَ“ محذوف ہے جو مبتدا ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔

تفسیری نکات: الم: یہ حروف مقطعات سے ہے، ان کا کوئی متعین معنی نہیں ہے۔ عرب کے فصحاء و بلغاء کو بہت بڑا چیلنج کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ جو بواسطہ جبریل (علیہ السلام) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے، ہدایت دینے والی ہے، یعنی اس میں ان کے لئے مزید ہدایت کا بندوبست کیا گیا ہے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

الَّذِينَ	يُؤْمِنُونَ	وَ	بِالْغَيْبِ	وَيُقِيمُونَ	الصَّلَاةَ
وہ لوگ جو	ایمان لائے ہیں	اور	ساتھ + غیب کے	وہ قائم کرتے ہیں	نماز کو
اسم موصول جمع مذکر	فعل مضارع معلوم + فاعل (افعال)	جار + مجرور	عاطفہ	فعل مضارع جمع مذکر غائب	مفعول

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ {3}

وَ	مِمَّا	رَزَقْنَاهُمْ	يُنْفِقُونَ
اور	سے + جو	رزق دیا ہم نے + ان کو	وہ خرچ کرتے ہیں
عاطفہ	جار + موصولہ	فعل مضارع جمع متکلم + مفعول	فعل مضارع جمع مذکر غائب

بامحاورہ ترجمہ: جو امور غیبیہ کی تصدیق کرتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ بھی ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

لغوی نکات:

الَّذِينَ اسم موصول ہے۔ تفصیلی ذکر سورۃ الفاتحہ میں گزر چکا ہے۔

يُؤْمِنُونَ {ء من} (افعال) اَمَنْ يُؤْمِنُونَ سے فعل مضارع، جمع مذکر غائب (خود کو کسی کی امان میں دینا) ایک مومن چونکہ خود کو اللہ رب العزت کے سپرد کر کے اپنے آپ کو گویا یا امان میں دے دیتا ہے، اس لئے اسے مومن کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی حفظ و امان میں اس وقت تک نہیں لیتا جب تک وہ اس کی تصدیق نہ کرے۔ یہاں سے لفظ میں وسعت پیدا ہوئی اور اس کا معنی تصدیق کرنا ہو گیا۔

بِالْغَيْبِ ب+ الْغَيْبِ مرکب جاری ہے۔ اس کا مادہ {غ ی ب} باب ض سے مصدر ہے اور اس کا معنی ہے (نظروں سے اوجھل ہونا) اور جو چیز بندے کی نگاہوں سے اوجھل ہو اس کی تصدیق کرنا ایمان بالغیب کہلاتا ہے۔

يُقِيمُونَ {ق و م} (افعال) اَقَامَ يُقِيمُونَ اِقَامَةً سے فعل مضارع، جمع مذکر غائب ”قَامَ يُقِيمُونَ“ فعل لازم ہے اور اس کا معنی (سیدھا کھڑا ہونا) ہے۔ {ق و م} جب باب افعال سے استعمال ہوگا تو متعدی ہونے کی وجہ سے اس کا معنی ہوگا (سیدھا کھڑا کرنا) جس طرح گرے ہوئے پرچم کو اٹھا کر کھڑا کرنے سے مراد اسے بلند کرنا اور بالادستی دینا ہے اس طرح جب شعار اللہ کو پامال کیا جا رہا ہو اور ان کی بے حرمتی کی جارہی ہو تو انہیں سیدھا کھڑا کرنے سے مراد انہیں بلندی اور عزت و احترام کا مقام دینا ہے۔ چنانچہ اقامت صلوة سے مراد اسے صحیح طریقے سے ادا کرنا، اس کا نظام قائم کر کے معاشرے میں اسے احترام کا مقام دینا اور اپنی مصروفیات میں اسے ترجیحی حیثیت (Priority) دینا ہے۔ اسی طرح ”اِقَامَةُ الدِّينِ“ میں اقامت دین سے مراد ہے کہ اسے سر بلند کیا جائے اور اس کی بالادستی قائم کی جائے۔

الصَّلَاةِ مفعول ہے اس لئے حالت نصب میں ہے اس کا مادہ {ص ل و} ہے اور اس کا لغوی معنی (دعا کرنا) ہے۔ نماز کی اصل چونکہ دعا ہی ہے اور اس کا کثیر حصہ دعا پر ہی مشتمل ہوتا ہے اس لئے اسے ”صلوة“ کہا جاتا ہے ”صَلَّى يُصَلِّي“ کے بعد ”عَلَى“ کا استعمال ہو تو اس کا معنی کسی کیلئے رحمت اور خیر و فضل کی دعا کرنا ہے۔ اگر اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنی ہوگا ”بندے پر خیر و رحمت نازل کرنا“۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مفہوم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں متعین کیا جائیگا۔

وَ حرف عطف

مِنْ + مَا۔ مِنْ حرف جر ہے اور مَا موصولہ ہے۔

مِمَّا رَزَقْنَا + هُمْ {ر ز ق} {ن} رَزَقَ يُرِزُّ سے فعل ماضی۔ جمع متکلم (عطا کرنا) اس کا لغوی معنی کوئی بھی چیز عطا کرنا ہے اور بعض اوقات صرف مال و دولت عطا کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

رَزَقْنَاهُمْ

يُفْقُونَ {ن ف ق} (افعال) اَنْفَقَ يُنْفِقُونَ اِنْفَاقًا سے فعل مضارع جمع مذکر غائب (خرچ کرنا) نَفَقَ کا معنی سوراخ ہے۔ قرآن مجید کی آیت اِنْ اَسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ فِيهَا يَخْرُجُ مِنْهَا مَاءٌ يَشْرَبُ مِنْهَا يَفْقُونَ سے مراد سوراخ کرنا ہے۔ جس طرح سوراخ سے کوئی چیز نکلتی ہے اس طرح مال و دولت وغیرہ سے کچھ نکالنا انفاق کہلاتا ہے۔ اس آیت میں مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ كَمَا يُفْقُونَ سے پہلے ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اصل عبارت یوں ہے وَ يُنْفِقُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ یہاں

تقدیم سے مَبَازَرْتُمْنَاهُمْ کو نمایاں کرنا اور اس پر Stress کرنا مقصود ہے۔ معنی یوں ہوگا ”وہ اسی میں سے تو خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا ہے“ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے باور کرایا گیا ہے کہ کتنے لوگ ہیں جنہیں ہم نے رزق کی فراوانی سے محروم کر رکھا ہے اور اگر ہم نے ان پر اپنی رحمت کے خزانوں کو کھول دیا ہے تو وہ اظہار تشکر کا عملی ثبوت دیتے ہوئے بخل سے کام نہ لیں اور ہماری طرف سے عطا کردہ نعمتوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔

”مَبَا“ مَن + مَا میں ”مَا“ عموم کیلئے ہے۔ چنانچہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہر خیر و نعمت شامل ہے۔

تفسیری نکات: اس آیت میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور مومن کی یہ اہم ترین صفات ہیں۔ ① اِقَامَتِ صَلَاةٍ کہ نماز کو اس کے اول اوقات، شرائط ارکان، واجبات کو صحیح طریقے سے پڑھا جائے ② اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔ انفاق درمیانہ طبقے پر ہو۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

وَالَّذِينَ	يُؤْمِنُونَ	بِ	مَا	أُنزِلَ	إِلَيْكَ	وَمَا
اور جو	ایمان لاتے ہیں، تصدیق کرتے ہیں	ساتھ جو	اتارا گیا	طرف آپ کی	اور جو	جو
حرف عطف	اسم موصول	حرف جر	موصولہ	ماضی مجہول	حرف جر	ضمیر مجرور
						حرف عطف موصولہ

أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ {4}

أُنزِلَ	مِنْ	قَبْلِكَ	و	بِ	الْآخِرَةِ	هُمْ	يُوقِنُونَ
اتارا گیا	سے	پہلے	اور	ساتھ	آخرت کے	وہ	یقین رکھتے ہیں
ماضی مجہول	حرف جر	مجرور مضاف		حرف عطف	حرف جر	ضمیر	فعل مضارع

بامحاورہ ترجمہ: اور وہ جو اس وحی کی تصدیق کرتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اور یہی لوگ ہیں جو آخرت (کے وجود) پر یقین رکھتے ہیں۔

لغوی نکات:

أُنزِلَ { (افعال) أَنْزَلَ يُنزِلُ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب (نازل کرنا۔ اتارنا)۔

الْآخِرَةِ کی مونث ہے جو کہ الْأَوَّلُ کی ضد ہے۔ مراد ہے۔ بِالْآخِرَةِ الْآخِرَةُ یعنی آخری گھر۔

يُوقِنُونَ { (افعال) أَيْقَنَ يُوقِنُ اِيْقَانٌ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب (یقین کرنا) ایمان اور ايقان میں فرق یہ ہے کہ ”ایمان“ کے مختلف مراتب ہیں۔ اس کا پہلا مرتبہ محض تصدیق کرنا ہے خواہ ابتدائی درجے ہی کی کیوں نہ ہو۔ لیکن

”ایقان“ سے مراد پوری طرح یقین کر لینا ہے جو کسی چیز کو مان لینے کا انتہائی درجہ ہے۔ یہاں یُؤْمِنُونَ کی بجائے هُمْ یُؤْمِنُونَ میں هُمْ کا استعمال زائد ہے لیکن اس کے استعمال سے Stress کا مفہوم پیدا کیا گیا ہے۔ معنی ہوگا ”مذکورہ اوصاف کے حاملین ہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں“۔

أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ

أُولَئِكَ	عَلَىٰ	هُدًى	مِّن	رَّبِّ	هُمْ
وہ لوگ	پر	ہدایت	سے	رب	ان کے
اسم اشارہ	حرف جر	مجرور	حرف جر	مجرور مضاف	ضمیر۔ مضاف الیہ

وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ {5}

وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ	هُمُ	أُولَئِكَ	وَأُولَئِكَ
حرف عطف	اسم اشارہ مبتدا	ضمیر	اسم الفاعل (خبر)
اور	وہ لوگ	ہی	کامیاب ہونے والے ہیں

بامعاورہ ترجمہ: وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہ ہی کامیاب ہیں۔

لغوی نکات:

أُولَئِكَ اشارہ بعید ہے لیکن اس کا معنی کیا جاتا ہے ”یہی لوگ“ اشارہ بعید کی وجہ سے اس کا معنی ہوگا أُولَئِكَ البذکورون اعلاہ یعنی وہ لوگ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ ہدایت و راہنمائی پر ہیں۔ واضح رہے کسی بھی عبارت میں اشارہ قریب مابعد کیلئے اور اشارہ بعید ماقبل کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہ جملہ اسمیہ ہے۔ مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر هُمْ حصر کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ الْمُفْلِحُونَ {فل ی} {انفعال} أَفْلَحَ یُفْلِحُ سے اسم الفاعل ہے۔ اس کا لغوی معنی (پھاڑنا یا کسی بند چیز کو کھولنا ہے) چنانچہ معنی ہوگا ”یہی لوگ اپنے اوپر اللہ کی رحمت کا دروازہ کھولنے والے ہیں“ یعنی ان ہی کے لئے رحمت باری تعالیٰ کا دروازہ کھولا جائے گا۔“

یہاں تک اس طبقے کا ذکر ہے جس نے قرآن مجید کی دعوت پر لبیک کہا۔ آگے اس طبقے کا ذکر کیا جا رہا ہے جس نے قرآن مجید کی صداقت کا انکار کیا ارحض عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے خلاف محاذ آرا ہو گئے۔ اصل میں قرآن مجید ان طبقات کا تعارف کرا رہا ہے جن سے اس کا واسطہ پڑا کہ کس نے کیا کیا کردار ادا کیا۔ پہلا

طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ دوسرا ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	سَوَاءٌ	عَلَيْهِمْ	ءَ	أَنْذَرْتَهُمْ	هُمْ
بے شک	وہ جنہوں نے	کفر کیا	برابر	پر	ان	کیا/خواہ	آپ آگاہ کریں
ان کو	ان	کفر کیا	برابر	پر	ان	کیا/خواہ	آپ آگاہ کریں
حرف تاکید	اسم موصول	فعل ماضی	اسم	حرف جر	ضمیر۔ مجرد	حرف استفہام	فعل ماضی

أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ {6}

أَمْ	لَمْ	تُنذِرْهُمْ	هُمْ	لَا	يُؤْمِنُونَ
یا	نہ	آگاہ کریں آپ	ان کو	نہیں	ایمان لائیں گے وہ
حرف عطف	حرف نفی	فعل مضارع مجزوم	ضمیر۔ مفعول	حرف نفی	فعل مضارع

بامحاورہ ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی انہیں آپ جہنم کے عذاب سے آگاہ کریں یا ان کو آگاہ نہ کریں وہ ایمان نہ لائیں گے۔

لغوی نکات:

كَفَرُوا {ك ف ر} (ن) كَفَرًا يَكْفُرُ سے فعل ماضی جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا لغوی معنی چھپانا ہے اور کافر چونکہ اللہ کی نعمت (ایمان) کو چھپاتا ہے اس لئے اس کو کافر کہا جاتا ہے۔ اسی میں وسعت پیدا ہو کر اس کا معنی ”انکار کرنا“ بھی ہو گیا۔

أَنْذَرْتَهُمْ {ن ذ ر} (افعال) أَنْذَرْتُ مِنْهُمْ سے فعل ماضی واحد مذکر حاضر۔ اس مادہ سے نَذَرَ يَنْذِرُ (ن) کا معنی ہے (منت ماننا) یعنی کسی غیر واجب کو اپنے اوپر واجب کرنا۔ اور نَذَرَ يَنْذِرُ (س) کا معنی (خبردار ہونا) ہے۔ باب افعال کی وجہ سے اِنْذَارٌ کا معنی ہوگا (کسی خوفناک چیز سے متنبہ کرنا۔ خبردار کرنا)۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى

خَتَمَ	اللَّهُ	عَلَى	قُلُوبِهِمْ	وَعَلَى	عَلَى
مہر لگا دی	اللہ نے	پر	دلوں	اور	پر
فعل ماضی	فاعل	حرف جر	مجرور مضاف	ضمیر۔ مضاف الیہ	حرف عطف

سَبِعِهِمْ ط وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ

سَبِعَ	هَمْ	وَ	عَلَى	أَبْصَارًا	هَمْ	غِشَاوَةٌ
سماعت (کان)	ان کی	اور	پر	نگاہوں	ان کی	پردہ
مجرور مضاف	ضمیر۔ مضاف الیہ	حرف عطف	حرف جر (خبر مقدم)	مجرور مضاف	مضاف الیہ	اسم مبتدا مؤخر

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ {7}

وَ	لَ	هُمْ	عَذَابٌ	عَظِيمٌ
اور	لئے	ان کے	عذاب	بہت بڑا
حرف عطف	حرف (لِ) جر خبر مقدم	ضمیر۔ مجرور	موصوف (مبتدا مؤخر)	صفت

بامحاورہ ترجمہ: اللہ نے ان کے دلوں اور ان کی قوت سماعت پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی نگاہوں پر پردہ پڑ چکا ہے اور ان کیلئے عظیم عذاب ہے۔

لغوی نکات:

حَتَمٌ {حَتَمٌ} (ن) حَتَمٌ يَحْتُمُ (مہر لگانا) کسی دستاویز وغیرہ پر مہر لگانے کے بعد اس میں کسی چیز کو داخل نہیں کیا جاسکتا۔ دلوں پر مہر لگانے سے مراد یہ ہے کہ اب ان میں ہدایت داخل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جب کوئی بندہ حق واضح ہو جانے کے بعد محض تعصب و عناد، دنیوی مفادات اور تکبر کی بناء پر اسے قبول کرنے سے انکار کرتا اور اللہ کی معصیت کے ارتکاب میں حد سے تجاوز کرتا ہے تو اسکی فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔ اور حدیث نبوی کے مطابق اسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کو دلوں پر مہر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ خود کو قبول ہدایت سے یکسر محروم کر لیتا ہے۔

سَبِعِهِمْ

غِشَاوَةٌ

”سَبِعَ“ (س) سے مصدر ہے۔ یہ مرکب اضافی ہے اور یہاں مراد قوت سماعت ہے۔ {غَشِيَ} (س) غَشِيَ يَغْشَى کا اسم، مبتدا مؤخر ہے اسکا لغوی معنی ہے (وہ پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ

وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَن	يَقُولُ	آمَنَّا	بِ	اللَّهِ
اور	(بعض) سے	لوگوں	جو	کہتا ہے	ہم ایمان لائے	سے / ساتھ	اللہ (کے)
حرف عطف	حرف جر	مجرور	موصولہ	فعل مضارع	فعل ماضی	حرف جر	مجرور

وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا

وَمَا	وَ	الْآخِرِ	الْيَوْمِ	بِ	وَاو
نہیں	حالانکہ	آخرت کے	دن	سے/ساتھ	اور
نافیہ	حالیہ	صفت	(مجرور) موصوف	حرف جر	حرف عطف

هُمُ الْمُؤْمِنِينَ {8}

هُمُ	بِ	مُؤْمِنِينَ
وہ	تاکید کے لئے ہے	مومن
ضمیر، مبتدا (ما کا اسم)	حرف جر	مجرور، اسم الفاعل جمع مذکر سالم (ما کی خبر)

بامحاورہ ترجمہ: اور لوگوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو کہتا ہے ہم اللہ پر اور آخری دن (قیامت) پر ایمان لائے حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں ہیں۔

لغوی نکات:

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ اس جملے میں ما کی خبر سے پہلے ب کا آنا اس کے نافیہ ہونے کی علامت ہے۔ واضح رہے ما نافیہ کی خبر ب کے بغیر ہوتو حالت نصب میں ہوگی مثلاً مَا اللَّهُ غَافِلًا ”ب“ کے ساتھ نفی میں تاکید پیدا ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ترجمہ ہوگا ”وہ ہرگز مومن نہیں ہیں“۔

يُخَدَعُونَ اللَّهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا

يُخَدَعُونَ	اللَّهُ	وَ	الَّذِينَ	آمَنُوا
مکرو فریب کرتے ہیں	اللہ سے	اور	ان سے جو	ایمان لائے
فعل مضارع (فعل + فاعل)	مفعول	حرف عطف	اسم موصول	فعل + فاعل = صلہ

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ {9}

وَمَا	يَخْدَعُونَ	إِلَّا	أَنْفُسَهُمْ	وَمَا	يَشْعُرُونَ
حالانکہ	مکرو فریب کرتے ہیں	مگر	نفسوں	اور	شعور رکھتے ہیں
حرف عطف	فعل مضارع	حرف استثناء	مفعول مضاف	حرف عطف	فعل مضارع جمع مذکر غائب

قرآن مجید کی لغوی تشریح

بامعاورہ ترجمہ: وہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے اللہ اور مومنوں کے ساتھ مکرو فریب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ مکرو فریب میں تو خود کو مبتلا کئے ہوئے ہیں اور وہ اس (ظاہری حقیقت) کا شعور نہیں رکھتے۔

لغوی نکات:

{خ د ع} {مفاعله} خَادِمٌ يُخَادِمُ سے فعل مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ باب مفاعله کی خاصیت مشارکت ہے اور یہاں فریقین کے درمیان مشارکت نہیں بلکہ آپس میں مشارکت مراد ہے چنانچہ معنی ہوگا ”وہ باہم مل کر اللہ کو دھوکہ دیتے اور اس سے چالبازی کرتے ہیں“ یعنی ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے متحد ہو کر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے منافقانہ کارروائیوں میں مصروف رہتے ہیں۔

أَنْفُسُهُمْ {ش ۶ ر} {ن} شَعْرِي شَعْرُ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب۔ (ظاہر اور محسوس چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا)۔ اَنْفُسٌ + هُمْ۔ اَنْفُسٌ نَفْسٌ کی جمع ہے۔ اسکی جمع نَفْسُونَ بھی آتی ہے۔ مضاف + مضاف الیہ = (مفعول) (اپنی جانوں کو) يَشْعُرُونَ

تفسیری نکات: بعض مفسرین کے نزدیک يُخَادِعُونَ یہاں يَخْدَعُونَ کے معنی میں ہے اور اس کی مشارکت نہیں ہے لیکن اس صورت میں الگ الگ الفاظ استعمال کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی جو کہ بلاغت قرآن کے خلاف ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں سے مکرو فریب کرنے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکرو فریب کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو کہ انتہائی گھناؤنہ جرم ہے۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ

فِي	قُلُوبٍ + هُمْ	مَرَضٌ	فَ + زَادَ	هُمْ	اللَّهُ
میں	دلوں + ان کے	بیماری ہے	تو + اضافہ کر دیا / بڑھا دیا	ان کو	اللہ نے
حرف جر	مضاف + مضاف الیہ (خبر مقدم)	مبتدا مؤخر	حرف + فعل ماضی	ضمیر، مفعول	فاعل

مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

مَرَضًا	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	أَلِيمٌ
بیماری کے لحاظ سے	اور	لئے + ان کے	عذاب	اذیت ناک
تیز	حرف عطف	(ل) حرف جر + مجرور (خبر مقدم)	موصوف	صفت (مبتدا مؤخر)

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ {10}

بِ	مَا	كَانُوا	يَكْذِبُونَ
بوجہ	جو	وہ تھے	جھوٹ کہتے
حرف جر	موصولہ	فعل ماضی	فعل مضارع (ماضی استمراری)

بامحاورہ ترجمہ: ان کے دلوں میں (حسد و نفاق کی) بیماری ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی بیماری میں اضافہ کر دیا ہے۔ اور ان کے لئے اذیت ناک عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

لغوی نکات:

قُلُوبِهِمْ قُلُوبٌ کا واحد قَلْبٌ ہے اس کا مادہ {قل ب} ہے جس کا لغوی معنی (ایک حالت سے دوسری حالت میں پلٹنا اور تبدیل ہونا) دل کو ”قلب“ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں موجود جذبات و احساسات و تبدیلیاں ہوتے رہتے ہیں اور وہ خود بھی مسلسل حرکت میں رہتا ہے یعنی (Physically) بھی یہ ایک جگہ پر ساکن نہیں رہتا۔

قِ حُرْفِ

قُلُوبٍ مَجْرُورٍ، مِضَافٍ

هُم مِضَافٍ اِلَيْهِ

فَزَادَهُمْ مَرَضًا قَزَادٌ + هُمْ {ذی د} {ض} زَادَ يَزِيدُ سے فعل ماضی + هُمْ مفعول (زیادہ کرنا بڑھانا، اضافہ کرنا) تیز ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے لفظی معنی ہوگا ”اللہ نے انہیں بیماری (حسد و نفاق) کے لحاظ سے زیادہ کر دیا، بڑھا دیا“

عَذَابٌ عَذَبَ يَعْذِبُ کا اسم ہے اس کا لغوی معنی ”کھانا پینا چھوڑ دینا“ ہے پھر یہ لفظ ہر اس کیفیت کے لئے استعمال ہونے لگا جو انسان کو زندگی کی راحتوں اور لذتوں سے محروم کر دے۔ اس مادے سے (ن) عَذَبَ يَعْذِبُ بھی استعمال ہوتا ہے جس کا معنی (خشکوار ہونا) ہے۔ قرآن مجید کی آیت هَذَا عَذَابٌ مُرْتَبِئٌ میں عَذَابُ اِسٰی باب سے ہے۔

اَلَيْهِمْ اَعْلَمُ {س} اَلَيْمٌ يَأْلَمُ سے فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے جس میں دوام کا مفہوم پایا جاتا ہے معنی ہوگا (دائمی) اذیت و تکلیف والا) دونوں کے متعلق لغوی بحث کی روشنی میں لَهْمٌ عَذَابٌ اَلَيْمٌ کا مفہوم ہوگا (وہ ایسی کیفیت میں مبتلا ہوں گے جس میں نہ صرف یہ کہ انہیں نعمت و راحت سے محروم کر دیا جائے گا بلکہ انہیں مسلسل اذیت و تکلیف (Torture) میں رکھا جائے گا۔ عَذَابٌ میں نفی ہے اور اَلَيْمٌ میں اثبات ہے۔

پہا میں بسبب بیان کرنے کے لئے ہے۔

كَانُوا يَكْذِبُونَ {ك ذ ب} (ض) كَذَبَ يَكْذِبُ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب، کان کی وجہ سے ماضی استمراری ہو گیا (جھوٹ بولنا، خلاف حقیقت بات کہنا)

تفسیری نکات: انسانی دل کو دو طرح کے امراض لاحق ہوتے ہیں، (1) شبہات باطلہ کا مرض اور مہلک شہوات کا مرض۔ کفر و نفاق پہلی قسم سے ہے اور زنا و فواحش وغیرہ سے محبت دوسری قسم سے ہے۔ حقیقی عافیت یہ ہے کہ دونوں قسم کے امراض سے انسان بچا رہے۔ قرآن جس قدر زیادہ اترتا ہے اسی قدر اہل نفاق کے دلوں میں مرض بڑھتا جاتا ہے تو ان کے دل بیمار ہیں اگرچہ اس کو محسوس

نہیں کرتے تو آخرت میں ان کے لئے دردناک قسم کا عذاب ہوگا۔

وَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

وَ	إِذَا	قِيلَ	لَهُمْ	لَا	تُفْسِدُوا	فِي	الْأَرْضِ
اور	جب	کہا جاتا ہے	ان	نہ	خرابی پیدا کرو	میں	زمین
حرف عطف	ظرف زمان	ماضی مجہول	ضمیر، مجرور	حرف نہی	فعل نہی	حرف جر	مجرور

قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ {11}

قَالُوا	إِنَّمَا	نَحْنُ	مُصْلِحُونَ
کہتے ہیں	محض	ہم	درست کرنے والے
فعل ماضی	کلمہ حصر	اسم ضمیر، مبتدا	خبر (اسم فاعل)

بامعاورہ ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین کے نظام کو خراب نہ کرو تو وہ جواب میں کہتے ہیں ہم تو نظام کو درست کرنے والے ہیں۔

لغوی نکات:

فعل ماضی کو مضارع کے معنی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ظرف زمان ہے۔ (جب) إِذَا
 {ق و ل} {ن} قَالَ يَقُولُ سے ماضی مجہول۔ اصل میں فَعَلَ کے وزن پر قَوْلٌ تھا تعلیل ہو کر قِيلَ ہو گیا جن افعال میں
 عین کلمہ کے نیچے زیر آتی ہے، ان کی تعلیل میں استثناء (Exception) ہوتا ہے قَوْلٌ کی تعلیل میں بھی استثناء ہے۔
 {ف س د} {ا ف ع ا ل} أَفْسَدَ يُفْسِدُ سے فعل نہی (خراب کرنا، بگاڑنا، فساد پھیلانا) قرآن مجید کی اصطلاح میں "فَسَادٌ فِي
 الْأَرْضِ" کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی اور اس کا نظام نافذ کرنے کی بجائے غیر اللہ کی مرضی یا غیر اللہ
 کا وضع کردہ نظام نافذ کرنے کی کوشش کی جائے، اس طرح کوشش کرنے والے شخص گویا زمین کے نظام کو بگاڑنا چاہتا
 ہے۔ فساد کی ضد اصلاح ہے۔ ہر وہ کوشش جو اللہ کا نظام نافذ کرنے میں صرف ہو اصلاح اور جو اس کی مزاحمت میں
 ہو فساد ہے۔

یہ کلمہ حصر ہے، اس کا ترجمہ "محض یا حقیقت یہی ہے" وغیرہ سے کیا جاسکتا ہے۔
 {ص ل ح} {ا ف ع ا ل} أَصْلَحَ يُصْلِحُ (افعال) سے اسم الفاعل ہے۔ (اصلاح کرنے والے) إِنَّمَا مُصْلِحُونَ

آلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ {12}

آلَا	إِنَّ	هُمْ	هُمْ	و	الْمُفْسِدُونَ	وَلَكِنْ	لَا	يَشْعُرُونَ
آگاہ ہو جاؤ	یقیناً	وہ	ہی	اور	فساد کرنے والے	لیکن	نہیں	شعور رکھتے ہیں
حرف تنبیہ	حرف تاکید	إِنَّ کا اسم	ضمیر برائے حصر	حرف عطف	خبر (اسم الفاعل)	لَكِنَّ کا مخفف	حرف نفی	فعل مضارع

بامحاورہ ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ! بلاشک و شبہ وہی (لوگ) ہیں جو زمین میں فساد کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں لیکن سمجھتے نہیں ہیں۔

لغوی نکات:

آلَا یہ کلمہ تنبیہ ہے اس کا ترجمہ ”آگاہ ہو جاؤ، غور سے سنو، توجہ کرو“ وغیرہ سے کیا جاسکتا ہے۔

إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ میں دوسری ضمیر (ہُمْ) حصر کے لئے ہے ترجمہ ہوگا ”یقیناً وہ ہی فساد پھیلانے والے ہیں۔“

لَكِنَّ کا مخفف ہے یہاں ”لَكِنَّ“ اس لئے استعمال نہیں کیا گیا کہ إِنَّ وَأَخْوَاتُهَا کو فعل سے پہلے لانا درست نہیں اور اگر

انہیں کسی فعل پر داخل کرنا یعنی اس سے پہلے لانا مقصود ہو تو ان کے اور فعل کے درمیان ضمیر لائی جاتی ہے مثلاً إِنَّهُ نَزَّلَهُ

عَلَى قَلْبِكَ اور يَا أَيَّتُهَا كُنْتَ تُرَابًا يَا ان کے اور فعل کے درمیان مَا لایا جاتا ہے مثلاً كَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ اور تیسری

صورت یہ ہے کہ ان حروف (إِنَّ وَأَخْوَاتُهَا) کو مخفف یعنی بغیر شد کے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً وَإِنْ كَانَتْ لَكَيْبُوتًا مِثْلَ

إِنَّ کا مخفف ہے اور وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ میں لَكِنَّ کا مخفف ہے۔

تفسیری نکات: ان آیات میں منافقین کے اس کردار کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مفادات کی خاطر مسلمانوں اور

یہودیوں دونوں سے بنا کر رکھنا چاہتے تھے اور بہانہ یہ بناتے تھے کہ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ فریقین کے درمیان

مصالحت کی کوئی صورت نکالنا چاہتے ہیں تاکہ دونوں امن و امان کے ساتھ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں! یہ

مصالحت نہیں بلکہ فساد کی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ نہ ہو سکے۔ یہ اصلاح نہیں فساد

کی کوشش ہے“

وَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ امْنُوا كَمَا امْنِ النَّاسُ

وَ	إِذَا	قِيلَ	لَهُمْ	امْنُوا	كَمَا	امْنِ	النَّاسُ
اور	جب	کہا جاتا ہے	ان کے	ایمان لاؤ تم	اُس طرح + جو	ایمان لائے	لوگ
حرف عطف	ظرف زمان	ماضی مجہول	حرف جر	ضمیر، مجرور	فعل امر	حرف جر + موصولہ	فعل ماضی

قَالُوا أَنْتُمْ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ط

قَالُوا	آ	تُؤْمِنُ	ك + مَا	آمَنَ	السُّفَهَاءُ
کہتے ہیں	کیا	ہم ایمان لائیں	اُس طرح + جو	ایمان لائے	بے سمجھ لوگ
فعل ماضی + فاعل	حرف استفہام	فعل مضارع جمع متکلم	حرف جر + موصولہ	فعل ماضی	فاعل - السُّفَهَاءُ - کی جمع

آلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ {13}

آلَا	إِنَّ	هُمْ	هُمْ	السُّفَهَاءُ	وَ	لَكِنْ	لَا	يَعْلَمُونَ
آگاہ ہو جاؤ	بے شک	وہ	وہی	بے سمجھ لوگ	اور	لیکن	نہیں	جانتے وہ
حرف تنبیہ	حرف تاکید	اِنَّ کا اسم	ضمیر برائے حصر	خبر	حرف عطف	لَكِنْ کا مخفف	حرف نفی	فعل مضارع

بامحاورہ ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم (کھل کر) لوگوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کی طرح ایمان لاؤ تو جواب میں کہتے ہیں کیا ہم اس طرح کا ایمان لائیں جس طرح کا ایمان (یہ نامعقول) بے سمجھ لوگ لائے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ بلاشک و شبہ وہ وہی بے سمجھ لوگ ہیں لیکن وہ اس حقیقت سے بے علم ہیں۔

لغوی نکات:

اٰمِنُوْا (افعال) اَمِنَ يُؤْمِنُ سے فعل امر جمع مذکر حاضر (ایمان لانا، تصدیق کرنا)
السُّفَهَاءُ {س ف ہ} (س) سَفِهَ يَسْفَهُ سے فَعِيلٌ کے وزن پر سَفِيْهُہ کی جمع ہے (ردی، ناقص، بے وقوف قسم کے لوگ)
يَعْلَمُوْنَ {ع ل م} (س) عَلِمَ يَعْلَمُ مضارع معلوم جمع مذکر غائب کسی غیر محسوس چیز کا ادراک کرنا، فساد چونکہ ظاہری اور محسوس اشیاء میں ہوتا ہے، اس لئے گزشتہ آیت میں لَا يَشْعُرُوْنَ کہا گیا اور ایمان چونکہ غیر محسوس ہوتا ہے، اس لئے یہاں لَا يَعْلَمُوْنَ استعمال کیا گیا۔

تفسیری نکات: منافقین خود کو بڑے مفکر، دانشور، روشن خیال اور ترقی پسند سمجھتے تھے اور مخلص مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو معاذ اللہ۔ بے سمجھ، ترقی کے دشمن، تنگ نظر اور رجعت پسند وغیرہ قرار دیتے تھے۔ اللہ نے فرمایا: اصل میں یہ خود بے سمجھ اور عقل و خرد سے عاری ہیں۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نہیں۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے سمجھ کہنا یا کہلانا گوارا نہیں کیا تو ظاہر ہے انہیں معاذ اللہ۔ کفار کہنا کیسے گوارا کرے گا؟

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا

وَ	إِذَا	لَقُوا	الَّذِينَ	آمَنُوا	قَالُوا	آمَنَّا
اور	جب	ملتے ہیں	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی	اسم موصول جمع مذکر	فعل ماضی (افعال)	فعل ماضی (ن)	فعل ماضی / جمع متکلم

وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا

وَ	إِذَا	خَلَوْا	إِلَىٰ	شَيَاطِينٍ + هُمْ	قَالُوا
اور	جب	تنہا ہوتے ہیں	طرف	شیاطین + ان کے (اپنے)	کہتے ہیں
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی (فاعل)	حرف جر	مجرور / مضاف + ضمیر / مضاف الیہ	فعل ماضی

إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ {14}

إِنَّ	مَعَكُمْ	إِنَّمَا	نَحْنُ	مُسْتَهْزِءُونَ
بیشک + ہم	ساتھ + تمہارے	محض	ہم	مذاق اڑانے والے ہیں
حرف مشبہ بالفعل + ان کا اسم	مضاف + مضاف الیہ	کلمہ حصر	ضمیر / مبتدا	خبر۔ اسم فاعل جمع

بامحاورہ ترجمہ: ان کی حالت یہ ہے کہ جب وہ مسلمانوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لاپکے ہیں اور جب اپنے شیطان (صفت لیڈروں) سے علیحدگی میں ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو مسلمانوں کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔

لغوی نکات:

لَقُوا {ل ق ی} (س) لَقِيَ يَلْقَى سے فعل ماضی، جمع مذکر غائب، اصل میں فَعَلُوا کے وزن پر لَقِيُوا تھا، تعلیل کے بعد لَقُوا ہو گیا، (سامنے آنا، ملاقات کرنا)۔

آمَنُوا {ء م ن} (افعال) اَمِنَ يُؤْمِنُ سے فعل مضارع جمع متکلم، (ہم ایمان لائے)

خَلَوْا {خ ل و} (ن) خَلَا يَخْلُو سے فعل ماضی، اصل میں فَعَلُوا کے وزن پر خَلَوُْوا تھا، اگر اس کا استعمال بغیر صلہ

(Preposition) کے ہو تو معنی ہوگا (کسی واقعہ کا ماضی میں گزر جانا) مثلاً إِنَّ مِنْ أُمَّةٍ إِخْلَا فِيهَا نَذِيرٌ اور تِلْكَ أُمَّةٌ

قَدْ خَلَتْ اور اگر یہ فعلِ اِلَىٰ کے صلہ (Preposition) کے ساتھ استعمال ہو تو معنی ہوگا (کسی کے ساتھ علیحدگی میں

ہونا، تنہا ہونا)

شَیْطَانِهِمْ ”شَیْطَانٌ“ کی جمع ہے، بعض اہل لغت کے ہاں اس کا مادہ {ش ط ن} ہے جس کا معنی (دور ہونا) ہے یعنی ”حق سے یا اللہ کی رحمت سے دور ہونے والا“ جب کہ بعض کے نزدیک یہ لفظ شَاطِیْشِیْطُ {ش ی ط} سے فَعْلَانٌ کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے جس کا معنی (ہانڈی کا جلنا یا کسی کا غصے سے بھڑک اٹھنا) ہے۔ حق کے خلاف حسد کی آگ میں جلنے والے اور اسلام کی نشر و اشاعت اور ترقی سے غصہ کھانے والے کے لئے شیطان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ ایسے لوگ چونکہ اللہ کے خلاف بغاوت اور سرکشی کرنے والے اور گمراہ لوگوں کے زعماء اور سردار ہوتے ہیں، اس لئے سرکش، باغی اور کفر کے سرغنوں کو شیاطین کہا گیا ہے۔ یہاں مراد ان کے لیڈر ہیں۔

إِنَّا مُسْتَهْزِءُونَ {ہ ز ع} {استفعال} اِسْتَهْزَأَ یَسْتَهْزِئُ سے اسم الفاعل جمع مذکر۔ حالت رفع۔ خبر ہے (تضحیک کرنا، کسی کے متعلق خواہش کرنا کہ وہ مذاق بن جائے، کسی کو مذاق کا نشانہ بنانا) جب کہ هَزَأَ کا معنی ہے ”مذاق کرنا“

تفسیری نکات: اس آیت میں منافقوں کے کردار و گفتار میں تناقض کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تاکہ مسلم سوسائٹی کے منافع اور مصالح سے مستفید ہوں اور جب اپنے سرداروں کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مسلمانوں کا مذاق اور ان سے دھوکہ کرتے ہیں۔

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ

اللَّهُ	بِ + هُمْ	وَ	يَمُدُّهُمْ
اللہ	سے + ان	اور	ڈھیل دیتا ہے + ان کو
مبتدا	حرف جر + ضمیر / مجرور	حرف عطف	فعل مضارع + ضمیر / مفعول

فِي طُعْيَانِهِمْ يَعْبَهُونَ {15}

فِي	طُعْيَانِ + هُمْ	يَعْبَهُونَ
میں	(سرکشی) حد سے تجاوز کرنا + ان کی۔ اپنی	وہ بھنک رہے ہیں۔ (حیران پھر رہے ہیں)
حرف جر	مجرور مضاف + ضمیر، مضاف الیہ	فعل مضارع۔ جمع مذکر

بامحاورہ ترجمہ: (وہ نہیں بلکہ) اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ (گمراہی کی وادیوں میں) بھنک رہے ہیں۔

لغوی نکات:

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ جس جملہ کو جملہ فعلیہ میں استعمال کیا جاسکتا ہو اسے جملہ اسمیہ کی صورت میں استعمال کرنے سے مبتدا پر زور دینا مقصود ہوتا ہے یہاں لفظ ”اللہ“ پر زور دے کر کہا جا رہا ہے کہ وہ لوگ نہیں بلکہ اللہ انہیں مذاق کا نشانہ بنا رہا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے لئے یَسْتَهْزِئُ کا لفظ مقابلتاً استعمال کیا ہے۔

{ مردد } { ن } مَدَّ يَدُّ سے فعل مضارع، واحد مذکر غائب (لمبا کرنا، دراز کرنا، ڈھیل دینا)

طُعْيَانٍ { ط غ ی } { ف } طَغَى يَطْغَى کا مصدر ہے، اس کا لغوی معنی (پانی کا حد سے بڑھ جانا) ہے قرآن مجید کی آیت اِنَّا لَنَاطِعُ الْمَاءَ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ میں طَغَى اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، کسی شخص کا حق کی مخالفت میں حد سے تجاوز کر جانا ”طغیان“ کہلاتا ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ ”سرکشی کرنا، بغاوت پر اتر آنا“ وغیرہ کیا جاتا ہے۔

{ ع مره } { س } عَمِيَ يَعْمَهُ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب، اس کا لغوی معنی (حیران و سرگرداں ہونا، بہکتا، متردد ہونا) ہے، بعض اہل علم کے نزدیک { ع مرہ } اور { ع مرہ } میں یہ فرق ہے کہ عَمِيَ کا اصل معنی آنکھوں کا اندھا پن ہے مگر مجازاً بصیرت کے اندھا پن کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عَمَهُ کا معنی بصیرت کا اندھا پن ہے۔

تفسیری نکات: یہاں منافقین کا ایک اور کردار سامنے لایا گیا ہے۔ اپنے سرغٹوں کو وہ تعاون کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہتے: کہ مسلمان عوام کو تو ہم بے وقوف بناتے رہتے ہیں اصل میں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی طرف سے دیئے گئے ایجنڈے کو ہی نافذ کر رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور کریں گے اور قیامت کے دن ان کو نور ملے گا لیکن پھر یہ نور بجھ جائے گا۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ

أُولَئِكَ	الَّذِينَ	اشْتَرُوا	الضَّلَالَةَ	بِ	الْهُدَىٰ
وہ لوگ	جنہوں نے	خریدا (لے لیا)	گمراہی کو	سے (بدلے)	ہدایت کے
اسم اشارہ	اسم موصول	فعل ماضی (فاعل)	مفعول	حرف جر	مجرور

فَمَا رِبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ {16}

فَ	مَا	رَبِحَتْ	تِجَارَتُهُمْ	وَمَا	كَانُوا	مُهْتَدِينَ
تو	نہیں	نفع مند ہوئی	تجارت	ان کی	اور	نہیں
حرف نفی	فعل ماضی	مضاف	مضاف الیہ	حرف	فعل ناقص	اسم الفاعل، مکان کی خبر

قرآن مجید کی لغوی تشریح

بامعاورہ ترجمہ: (مذکورہ صفات کے حاملین) وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی خرید لی ہے۔ چنانچہ ان کی اس تجارت نے انہیں نفع نہیں دیا اور نہ ہی وہ ایسا کرتے وقت صحیح سمت پر چلنے والے تھے۔

لغوی نکات:

أُولَئِكَ اِشْتَرُوا اٰلِهَتَهُمْ بِمِثْلِ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (ش ری) {افتعال} اِشْتَرَى يَشْتَرِي سے فعل ماضی، جمع مذکر غائب، (ایک چیز کے بدلے میں دوسری چیز حاصل کرنا) یہ لفظ خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں خریدنے کے معنی میں ہے۔

وَالضَّلَالَةَ (ض ل ل) {ض} ضَلَّ يَضِلُّ کا اسم ہے، مفعول ہے اس لئے حالت نصب میں ہے، (سیدھی راہ سے ہٹ جانا، گمراہ ہو جانا) رَبِحْتُ (رب ح) باب (س) رَبِحَ يَرْبِحُ سے ماضی واحد مونث غائب، (نفع بخش ہونا)

مُهْتَدِينَ (ہ د ی) {افتعال} اِهْتَدَى يَهْتَدِي سے اسم الفاعل مُهْتَدٍ کی جمع ہے (ہدایت اختیار کرنا، راہ ہدایت پر چلنا) اس کی حالت رفع (Original form) مُهْتَدُونَ ہے۔ یہاں حالت نصب کائِنَا کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔ مَا كَانُوا مُهْتَدِينَ کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ راہ راست اختیار کرنے والے نہیں ہوئے۔

تفسیری نکات: ایمان و ہدایت انتہائی قیمتی چیز ہے لیکن ان منافقوں نے اس کو دے کر گمراہی جو کہ انتہائی نکمی چیز ہے، وہ لے لی۔ یہ غیر محسوس بیچ ہے اس تجارت میں ان کو کسی قسم کا فائدہ نہ ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ہدایت کو دلی طور پر قبول کرنے کے لئے آمادہ ہی نہ تھے۔ اللہ تو دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ

مَثَلُ	هُمُ	كَ	مَثَلِ	الَّذِي	اسْتَوْقَدَ
مثال	ان کی	مانند	مثال	جس نے	روشنی حاصل کرنے کیلئے جلائی
(مبتدا) مضاف	مضاف الیہ	(خبر) حرف جر	مضاف	اسم موصول / مضاف الیہ	فعل ماضی (فاعل) (استفعال)

نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ

نَارًا	فَ	لَمَّا	أَضَاءَتْ	مَا	حَوْلَهُ	ذَهَبَ
آگ	تو	جب	روشن کر دیا اس نے	جو	ارد گرد	اس کے
مفعول	حرف	ظرفیہ	فعل ماضی (افعال)	موصولہ	مضاف	مضاف الیہ

اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ

اللَّهُ	بِ	نُورِ	هِمْ	وَ	تَرَكَ	هُمْ
اللہ	متعدی بنانے کے لئے ہے	روشنی	ان کی	اور	چھوڑ دیا	ان کو
فاعل	حرف جر	مضاف	مضاف الیہ	حرف جر	فعل ماضی	مفعول

فِي ظُلُمَاتٍ لَا يَبْصُرُونَ {17}

فِي	ظُلُمَاتٍ	لَا	يَبْصُرُونَ
میں	تاریکیوں	نہیں	وہ دیکھتے
حرف جر	مجرور	حرف نفی	فعل مضارع جمع مذکر غائب

بامحاورہ ترجمہ: ان کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص نے انہیں روشنی فراہم کرنے کے لئے آگ جلائی جب اس آگ نے ارد گرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی سلب کر لی اور انہیں تاریکیوں میں رہنے دیا وہ دیکھ نہیں سکتے۔

لغوی نکات:

اِسْتَوْقَدَ اس کا مادہ {وقد} ہے۔ یہ باب استفعال سے فعل ماضی واحد مذکر غائب ہے۔ لغوی معنی جلنا اور روشن ہونا ہے، باب استفعال سے استفعال ہونے کی وجہ سے اس میں طلب کرنے کا معنی پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کا لفظی ترجمہ ہوگا ”اس نے آگ سے جلنے اور روشن ہونے کو طلب کیا“ اور بامحاورہ ترجمہ ہوگا ”اس نے روشنی حاصل کرنے کے لئے آگ جلائی“ یعنی اس نے بڑی کوشش سے آگ جلائی تاکہ اس سے راستہ روشن ہو جائے اور اس کی روشنی میں منزل مقصود تک پہنچا جاسکے۔ اس لئے یہاں اَوْقَدَ کی بجائے اِسْتَوْقَدَ استعمال کیا گیا ہے۔ آگ جلانے والے سے مراد بعض کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور بعض کے نزدیک عام ہے۔

فَلَمَّا یہ حرف اگر مضارع سے پہلے آئے تو ”ابھی تک نہیں“ کے معنی میں حروف جازمہ میں سے ایک حرف ہوگا اور اگر فعل ماضی سے پہلے آئے تو ”جب“ کے معنی میں لَمَّا ظرفیہ کہلائے گا۔

اَضَاءَتْ {ض و ع} {افعال} اَضَاءَ يُضِيئُ سے فعل ماضی ہے، اس سے مجرد (ن) ضَاءَ يَضُوءُ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی (روشن ہونا) ہے۔ باب افعال سے استعمال ہونے کی وجہ سے اس کا معنی ہوگا (روشن کرنا) اس میں موجود مونث کی ضمیر ہی کا مرجع نَارًا ہے جو مونث سماعی ہے۔

ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ ”ذہب“ فعل لازم ہے۔ فعل لازم کے بعد استعمال ہونے والی۔ ”با“ ”ب“ متعدی بنانے کیلئے استعمال ہوتی ہے

جسے اَلْبَاءُ لِلتَّعَدِي كہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا معنی ہوگا ”لے گیا اللہ انکی روشنی کو“ یعنی اللہ نے انکو روشنی سے محروم کر دیا۔ اس کا مادہ {ب ص ر} ہے، اس سے مجرد (ك) ”بَصَرَ يَبْصُرُ“ استعمال ہوتا ہے، جس کا معنی ہے (نظر آنا) اور اگر یہ باب افعال أَبْصَرَ يَبْصُرُ سے ہو تو متعدی ہونے کی وجہ سے معنی ہوگا (دیکھنا) قرآن مجید میں جہاں بَصَرَ یعنی لازم استعمال ہوا ہے مثلاً ”بَصْرَتْ بِهٖ عَن جُنُبٍ“ تو اس کے بعد بآ (ب) کا استعمال ہوا ہے جس نے اسے متعدی بنا دیا ہے۔

تفسیری نکات: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی حالت کی ایک مثال سے وضاحت فرمائی جس طرح کوئی شخص رات کو جنگل میں آگ جلاتا ہے، اردگرد کی چیزیں اس کو دکھائی دیتی ہیں پھر اچانک آگ کی روشنی ختم ہو جاتی ہے تو دوبارہ اندھیرے میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ان منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی روشنی عطا فرمائی تھی لیکن اس کی انہوں نے کوئی قدر نہ کی اور منافقت سے کام لینا شروع کر دیا۔ اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دینے لگے حالانکہ اللہ کو کون دھوکہ دے سکتا ہے، اس گندی حرکت کی وجہ سے ایمان کی لذت و روشنی ختم ہو گئی۔

صُمُّ بَكْمٌ عُمِيٌّ فَ هُمْ لَا يَرْجِعُونَ {18}

صُمُّ	بَكْمٌ	عُمِيٌّ	فَ	هُمُ	لَا	يَرْجِعُونَ
بہرے ہیں	گونگے ہیں	اندھے ہیں	تو	وہ	نہیں	واپس آئیں گے (لوٹتے)
خبر	خبر	خبر	حرف	مبتدا	حرف نفی	فعل مضارع، خبر

بامعاورہ ترجمہ: وہ حق سے بہرے گونگے اور اندھے ہو چکے ہیں اب وہ ہدایت کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔

لغوی نکات:

یہ کلمات بالترتیب اَصَمُّ اَبْكَمُّ اور اَعْلَى کی جمع ہیں۔ اور مبتدا محذوف کی خبریں ہیں هُمْ صُمٌّ۔ مبتدا خبر۔ هُمْ بَكْمٌ۔ هُمْ عُمِيٌّ۔

صُمُّ لَا يَرْجِعُونَ اس جملے کے بعد ”إِلَى الْحَقِّ“ محذوف ہے کہ حق کی طرف واپس نہ آئیں گے۔ (حق کی طرف نہیں لوٹتے)

تفسیری نکات: یہ تمثیل اس طبقے سے متعلق ہے جو حق کے واضح ہوجانے کے بعد محض تعصب اور عناد کی وجہ سے اس کی مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ لوگ حق بات کو سننے سے بہرے، گونگے ہیں اور اس کو بولتے بھی نہیں ہیں۔ صراط مستقیم سے اندھے ہیں، یہ حق کی طرف کبھی لوٹ کر نہیں آسکتے، کیونکہ ان کی نیتیں خراب ہیں۔

أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٌ

أَوْ	كَ + صَيْبٍ	مِّنَ	السَّمَاءِ	فِي	ۚ	ظُلُمٌ
یا	مانند + تیز بارش	سے	آسمان	میں	اس	تاریکیاں
حرف عطف	حرف جر + مجرور	حرف جر	مجرور	(خبر مقدم) حرف جر	مجرور	مبتدا مؤخر معطوف علیہ

وَرَاعِدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ

وَرَاعِدٌ	وَرَاعِدٌ	وَرَاعِدٌ	وَرَاعِدٌ	وَرَاعِدٌ	وَرَاعِدٌ	وَرَاعِدٌ
اور	گرج	اور	چمک	ڈالتے ہیں	انگلیاں + انکی / اپنی	میں
حرف عطف	معطوف	حرف عطف	معطوف	فعل مضارع	مفعول مضاف + مضاف الیہ	حرف جر (مجرور) مضاف + مضاف الیہ

مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ {19}

مِّنَ الصَّوَاعِقِ	حَذَرَ الْمَوْتِ	وَاللَّهُ	مُحِيطٌ	بِ	الْكَافِرِينَ
سے	بجلیاں	ڈر (سے)	موت (کے)	اور	اللہ
حرف جر	مجرور	مضاف	مضاف الیہ	حرف جر	مبتدا

بامحاورہ ترجمہ: یا ان کی مثال آسمان سے نازل ہونے والی اس تیز بارش کی سی ہے جس میں تاریکیاں، گرج اور چمک ہو وہ گرج اور چمک والی بجلیوں سے خائف ہو کر موت کی دہشت کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔ اور اللہ کافروں کا ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

لغوی نکات:

كَصَيَّبٍ	كَصَيَّبٍ {ص وب} (ن) "صَابَ يَصُوبُ" سے فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے (بارش کا اوپر سے نیچے آنا)۔
السَّيِّئَاتِ	{س م و} (ن) سَيِّئَاتُ السَّمَاءِ کا اسم، لغوی معنی ہے (بلند ہونا) مراد آسمان ہے۔
فِيهِ	فِي + فِي میں ضمیر ہے۔ کا مرجع صَيَّبٍ ہے، مرکب جاری ہے اور خبر مقدم ہے۔ (اس میں)
ظَلَمَتْ	ظَلَمَتْ کی جمع ہے یہ مبتدا مؤخر ہے۔ اس کا مادہ {ظ ل م} ہے۔ اس سے باب (س) "ظَلِمَ يَظْلِمُ" استعمال ہوتا ہے اور اس کا مصدر ظَلَمَ ہے (تاریک ہونا) اور اگر یہ مادہ ظَلَمَ يَظْلِمُ (ض) سے استعمال ہو تو اس کا مصدر ظَلَّمَ استعمال ہوتا ہے اور معنی ہوگا (ظلم کرنا)۔
بَرْقٍ	{ب ر ق} (ن) بَرَقَ يَبْرُقُ کا مصدر ہے، (بجلی کا چمکنا)۔ اگر یہ مادہ (س) بَرَقَ يَبْرُقُ سے استعمال ہو تو معنی ہوگا (حیران ہونا، آنکھوں کا چندھیا جانا) قرآن مجید کی آیت "فَإِذَا بَرِقَ الْبَصُرُ" میں "بَرِقَ" اسی باب سے ہے۔
أَصَابِعَهُمْ	أَصَابِعُ + هُمْ أَصَابِعُ، اِصْبَغُ کی جمع ہے، یہ مرکب اضافی ہے مفعول ہے۔ (انگلیاں)
الصَّوَاعِقِ	{ص ع ق} (س) صَعِقَ يَصْعَقُ سے اسم الفاعل الصَّاعِقَةُ کی جمع ہے (بے ہوش کرنا) یہاں ہوش و حواس گم کر دینے والی بجلیاں اور ان کے ساتھ آنے والی گرج کی آواز مراد ہے۔

قرآن مجید کی لغوی تشریح

حَدَرَ النَّبُوتَ = معرّفہ + معرّفہ = مرکب اضافی ہے، اسی لئے ”النَّبُوتَ“ حالت جر میں ہے ”حَدَرَ“ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ یہ لفظ يَجْعَلُونَ اَصَابِعَهُمْ میں موجود فعل کی وجہ بیان کر رہا ہے اور ہر وہ اسم جو کسی فعل کی غرض و غایت اور سبب کو بیان کرے مفعول لہ کہلاتا ہے۔ یعنی جس طرح یہ لوگ بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک سے خوف زدہ ہو کر اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اسی طرح منافقین بھی حق بات سننے سے اعراض کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ مُّحِيطٌ بِالْكَافِرِيْنَ جملہ اسمیہ ہے ”اللّٰهُ“ مبتدا ہے اور ”مُحِيطٌ بِالْكَافِرِيْنَ“ خبر ہے۔ مُحِيطٌ کا مادہ (ح و ط) ہے اور یہ اَحَاطَ يُحِيطُ (افعال) سے اسم الفاعل ہے جو کہ اصل میں اَحُوَطُ يُحُوَطُ تھا اور تعلیل کے بعد اَحَاطَ يُحِيطُ استعمال ہوا۔ اس کا لغوی معنی (احاطہ کرنا، گھیرے میں لینا) ہے ”الْكَافِرِيْنَ“ كَفَرَ يَكْفُرُ (ن) سے اسم الفاعل ہے۔ ”ب“ کی وجہ سے حالت جر میں ہے۔ اس کا لغوی معنی (چھپانا) ہے اور کافر چونکہ اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ اس نعمت ایمان کو چھپاتا ہے جو فطرت بنا کر اس کے اندر ودیعت کر دی گئی ہے، اس لئے اسے اَلْكَافِرُ کہا جاتا ہے۔ انہیں گھیرے میں لینے سے مراد ہے کہ ایسے لوگ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

تفسیری نکات: اَوْ كَصِيْبٍ سے منافقوں کے بارے میں دوسری مثال بیان کی گئی ہے کہ قرآن کے نزول کے وقت یہ لوگ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ سن کر ان پر عمل نہ کرنا پڑے، جس طرح کوئی اندھیری رات میں بادلوں کی گرج و چمک اور خوفناک آوازوں کی شکل میں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ موت نہ آجائے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تو ان کافروں اور منافقوں کا احاطہ کرنے والا ہے۔

يَكَادُ الْبَرِّقُ يَخْطِفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا اَضَاءَ

يَكَادُ	الْبَرِّقُ	يَخْطِفُ	اَبْصَارَهُمْ	هُمْ	كُلَّمَا	اَضَاءَ
قریب ہے	بجلی	اچک لے	نگاہوں	ان کی	جب کبھی	وہ روشنی کرتی ہے
فعل مضارع	اسم	فعل مضارع	مضاف (مفعول)	مضاف الیہ	حرف شرط	فعل ماضی

لَهُمْ مَسْجُودٌ فِيْهِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

لَهُمْ	مَسْجُودٌ	فِيْهِ	وَ	اِذَا	اَظْلَمَ	عَلَيْهِمْ
لئے + ان کے	چلتے ہیں	میں + اس	اور	جب	وہ تاریکی کرتی ہے	پر + ان
حرف جر + مجرور	فعل ماضی	حرف جر + مجرور	حرف عطف	حرف شرط	فعل ماضی	حرف جر + مجرور

قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ

قَامُوا	وَ	لَوْ	شَاءَ	اللَّهُ	لَ + ذَهَبَ
کھڑے ہو جاتے ہیں	اور	اگر	چاہے	اللہ	یقیناً + لے جائے
فعل ماضی	حرف عطف	حرف شرط	فعل ماضی	فاعل	حرف تاکید + فعل ماضی (فاعل)

بَسَمِعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ

بَسَمِعِهِمْ	وَ	أَبْصَارِهِمْ	إِنَّ	اللَّهُ
متعدی بنانے کے لئے + سماعت + ان کی	اور	بصارتیں	ان کی	اللہ
حرف جر + مجرور / مضاف + مضاف الیہ (معطوف علیہ)	حرف عطف	مضاف	مضاف الیہ معطوف	حرف تاکید

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ {20}

عَلَىٰ	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيرٌ
پر	ہر	چیز	بہت قدرت رکھنے والا
حرف جر	مجرور مضاف	مضاف الیہ	إِنَّ کی خبر

بامحاورہ ترجمہ: عین ممکن ہے بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے۔ جب بجلی ان کیلئے راستہ روشن کرتی ہے، وہ اس کی روشنی میں چلنا شروع کر دیتے ہیں اور جب ان پر تاریکی چھا جاتی ہے تو رک جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو وہ ان کی قوت سماعت سلب کر لے اور انہیں ان کی بصارتوں سے محروم کر دے، بلاشک و شبہ وہ ہر چیز پر (خوب) قادر ہے۔

لغوی نکات:

يَكَادُ الْبَرَقُ يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ يَكَادُ کا مادہ {ك و د} ہے اور باب (ف) كَادَ يَكَادُ سے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اسکا معنی (قریب ہونا، عین ممکن ہونا) ہے۔ يَخْطِفُ کا مادہ {خ ط ف} ہے اور یہ يَخْطِفُ يَخْطِفُ (س) کا فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اسکا لغوی معنی (اچک لینا، چھپ لینا) ہے۔ جدید عربی میں (انگو کرنا) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ يَخْطِفُ میں هُوَ ضمیر فاعل ہے جسکا مرجع الْبَرَقُ ہے۔ أَبْصَارَهُمْ مضاف + مضاف الیہ = مفعول ہے۔ أَبْصَارًا کا واحد بَصْرٌ ہے، اس سے بَصْرٌ (ک) اور أَبْصَرُ (افعال) بھی استعمال ہوتا ہے۔ پورا معنی قریب ہے کہ بجلی انکی آنکھوں کو اچک لے۔

كَلِمًا أَصَاءَ لَهُمْ مَسُوا فِيهِ كَلِمًا حرف شرط ہے۔ أَصَاءَ کا مادہ {ض و ع} ہے، اس سے (ن) صَاءٌ يَصُوُّ ثَلَاثِي مجرد استعمال ہوتا ہے

جس کا معنی (روشن ہونا) ہے اور (افعال) أَضَاءَ يُضِئُ ثلاثی مزید فیہ استعمال ہوتا ہے۔ باب افعال کی وجہ سے اس کا معنی (روشن کرنا) ہے۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر ہے جس کا مرجع اَلْبَرَقُ ہے۔ مَشَّوْا کا مادہ {هش ی} ہے۔ یہ لفظ (ض) مَشَّوْا سے فعل ماضی، جمع مذکر غائب ہے۔ فِیْہِ مرکب جاری ہے۔ اصل میں فِی + وَا ہے، ثقل دُور کرنے کے لئے فِیْہِ استعمال کیا جاتا ہے۔ حرف شرط کی وجہ سے ماضی کے افعال کا ترجمہ مضارع کے معنی میں کیا گیا ہے۔

وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا إِذَا اسم ظرف بھی ہے اور حرف شرط بھی۔ أَظْلَمَ کا مادہ {ظ ل م} ہے، اس سے ظَلَمَ يَظْلِمُ (س) استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی (تاریک ہونا) ہے، یہ ضَاءَ يُضِئُ کی ضد ہے۔ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ شرط ہے اور قَامُوا جواب شرط ہے۔ قَامُوا کا مادہ {ق و م} ہے اور یہ قَامَ يَقُومُ سے فعل ماضی۔ جمع مذکر غائب ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَنَعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ نَوْ حرف شرط ہے۔ شَاءَ کا مادہ {ش ی ع} ہے اور یہ شَاءَ يَشَاءُ (ف) سے فعل ماضی، واحد مذکر غائب ہے۔ اصل میں شَيْئًا يَشِيئًا تھا تعلیل کے بعد شَاءَ يَشَاءُ استعمالی شکل بنی۔ بِسَنَعِهِمْ (ب + سَنَعِ + هِم) میں ب لازم کو متعدی بنانے کے لئے ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ذَهَبَ کا معنی أَذْهَبَ ہوگا۔ اس صورت میں معنی میں شدت پیدا ہوجاتی ہے۔ سَنَعِ سے مراد قوت سماعت ہے شَاءَ اللَّهُ شرط ہے اور لَذَهَبَ بِسَنَعِهِمْ جواب شرط ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ جملہ اسمیہ ہے، اصل عبارت یوں ہے إِنَّ اللَّهَ قَدِيرٌ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ۔ عَلَىٰ شَيْءٍ کو پہلے لانے سے اس پر زور دینا اور اسے نمایاں کرنا مقصود ہے۔ یعنی کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی قدرت سے باہر ہو۔ كُلِّ کا لفظ چونکہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے، اس لئے شَيْءٍ حالت جر میں ہے۔

تفسیری نکات: یہ تمثیل منافقین کے اس طبقے سے متعلق ہے جو اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرتا مگر جہاد اور دیگر واجبات و اعمال سے گھبرا کر پھر ارادہ ترک کردیتا۔ منافقوں کو جب اپنے مطلب کی کوئی چیز نظر آتی ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی پریشانی والی چیزیں نظر آتی ہیں تو سوچنے لگ جاتے ہیں کہ اب کیا کریں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قوت سماعت و قوت بصارت اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں جب ان کو صحیح استعمال میں نہیں لاؤ گے تو قریب ہے کہ اللہ ان نعمتوں کو چھین لے۔ کیونکہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ

يَا	أَيُّهَا	النَّاسُ	اعْبُدُوا	رَبَّ	كُمُ	الَّذِي	خَلَقَ	كُمُ
اے	متنبہ ہو جاؤ	لوگو!	تم عبادت کرو	رب	تمہارے (اپنے)	جس نے	پیدا کیا	تمہیں
حرف ندا	حرف تمیہ	منادی	فعل امر جمع	مفعول / مضاف	مضاف الیہ	اسم موصول، واحد	فعل ماضی	مفعول

قرآن مجید کی لغوی تشریح

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ {21}

و	الَّذِينَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	لَعَلَّ	كُمْ	تَتَّقُونَ
اور	ان کو جو	سے	پہلے	تمہارے	تا کہ	تقویٰ اختیار کرو
حرف عطف	اسم موصول، جمع	حرف جر	مجرور مضاف	مضاف الیہ	اِنَّ کا سہمی حرف مشبہ بالفعل	فعل مضارع لَعَلَّ کی خبر

بامحاورہ ترجمہ متنبہ ہو جاؤ اے لوگو! تم اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم اس ہستی کا تقویٰ اختیار کرو (یعنی اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی سے بچ جاؤ)

لغوی نکات:

أَعْبُدُوا {ع ب د} باب (ن) سے فعل امر جمع مذکر۔ (عبادت کرنا)

حَلَقْتُمْ حَلَقٌ + كُمْ {ح ل ق} باب (ن) سے فعل ماضی + كُمْ مفعول۔ (پیدا کرنا)

تفسیری نکات: اللہ نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ اللہ تمہارا بھی خالق ہے اور تم سے پہلے لوگوں کا بھی اور جو خالق ہوگا اس کو ہی سجدہ کرنا چاہئے اور اس سے ہی ڈرنا چاہئے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا

الَّذِي	جَعَلَ	لَكُمُ	الْأَرْضَ	فِرَاشًا
جس نے	بنایا	تمہارے	زمین	ہموار / پچھونا
اسم موصول	فعل ماضی	مجرور	مفعول نمبر 1	مفعول نمبر 2

وَالسَّمَاءِ بِنَاءٍ ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ

و	السَّمَاءِ	بِنَاءٍ	و	أَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَاءِ	مَاءً	فَ	أَخْرَجَ
اور	آسمان کو	چھت	اور	اس نے اتارا	سے	آسمان	پانی	تو	اس نے نکالا
حرف عطف	جَعَلَ کا مفعول 1	مفعول 2	حرف عطف	فعل ماضی	حرف جر	مجرور	مفعول	حرف	فعل ماضی

بِهِ مِنَ الشَّرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا

بِ + ۴	مِنْ	الشَّرَاتِ	رِزْقًا	لَكُمْ	فَ	لَا	تَجْعَلُوا
سے (ذریعہ سے) + اس	سے	پیداوار	رزق (مادی خوراک)	لئے	تمہارے	تو	بناؤ تم
حرف جر + مجرور	حرف جر	مجرور	مفعول	حرف جر	مجرور	حرف	فعل نہی

لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ {22}

لِ + اللّٰهِ	أَنْدَادًا	وَ	أَنْتُمْ	تَعْلَمُونَ
کے لئے + اللہ	مد مقابل - شریک	اور (حالانکہ)	تم	جانتے ہو
حرف جر + مجرور	مفعول - نڈی کی جمع	حرف عطف / حالیہ	مبتدا	فعل مضارع (خبر)

بامحاورہ ترجمہ جس نے تمہارے لئے زمین کو ہموار یعنی رہنے کے قابل بنایا اور آسمان کی چھت (یعنی تمہارے اوپر) بنایا اور اس نے آسمان سے پانی اتارا۔ تو (پھر) اس نے اس (پانی) سے پیداوار میں سے تمہارے لئے رزق مہیا کیا تو تم جانتے بوجھتے ہوئے اللہ کے مد مقابل ہستیاں (شرکاء) مت بناؤ۔

لغوی نکات:

الشَّرَاتِ کا معنی عموماً پھل کر دیا جاتا ہے جب کہ اس کا معنی وسیع تر ہے اور اس سے مراد زمین سے حاصل ہونے والی ہر قسم کی پیداوار ہے۔

رِزْقًا کو مفعول لہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ”تمہارے لئے رزق یعنی مادی خوراک کی غرض سے اس نے زمین سے پیداوار نکالی“

وَ حرف عطف کے علاوہ حال کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے جسے واؤ حالیہ کہا جاتا ہے چنانچہ معنی ہوگا ”اس حال میں کہ.....“

تفسیری نکات: ان سے پہلی آیات میں ان 3 طبقات کا تعارف کرایا گیا جن کا قرآن مجید کو سامنا کرنا پڑا۔ ان کے طرز عمل اور ان کی جزا و سزا کا بھی ذکر ہوا۔ کسی بھی کتاب کے مکمل تعارف کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان کے حالات اور معاصرین کے اس رد عمل کو بھی بیان کیا جائے جس سے اس کتاب کو واسطہ پڑا ہو۔ اسی لئے قرآن مجید کے آغاز میں بھی اس کا ذکر کیا گیا۔ مذکورہ بالا 2 آیات (آیت نمبر 21 اور 22) میں قرآن مجید کے پیش کردہ تصور توحید کی وضاحت کی گئی ہے۔ گویا کہ یہاں سے قرآن مجید کی بنیادی دعوت کا آغاز ہو رہا ہے۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی

وَ	اِنْ	كُنْتُمْ	فِي	رَيْبٍ	مِّنْ	مَّا	نَزَّلْنَا	عَلٰی
اور	اگر	تم ہو	میں	شک	سے	(اس) جو	ہم نے نازل کیا	پر
حرف عطف	حرف شرط	فعل ماضی	حرف جر	مجرور	حرف جر	موصولہ	فعل ماضی / جمع متکلم	حرف جر

عَبْدِنَا فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ

عَبْدِ	نَا	فَ + اَتُوا	بِ	سُورَةٍ	مِّنْ
بندے	ہمارے (اپنے)	تو + آؤ تم (لاؤ تم)	ب متعدی بنانے کے لئے	کوئی سورت	سے
مجرور مضاف	مضاف الیہ	حرف + فعل امر	حرف جر	مجرور	حرف جر

مِّثْلِهِ ۚ وَ ادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ

مِثْلِ + ۚ	وَ	ادْعُوا	شُهَدَاءَ	كُم	مِّنْ
جیسی + اس کی	اور	تم بلاؤ	گواہی دینے والوں	تمہارے (اپنے)	سے
مجرور مضاف + مضاف الیہ	حرف عطف	فعل امر	مفعول / مضاف	مضاف الیہ	حرف جر

دُونَ اللَّهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ {23}

دُونَ	اللَّهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ
علاوہ	اللہ	اگر	تم ہو	سچے
مجرور / مضاف	مضاف الیہ	حرف شرط	فعل ماضی + اسم	کُنْتُمْ کی خبر

بامحاورہ ترجمہ: اور اگر تمہیں اس (کلام) میں کوئی شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی سورت بنا کر لاؤ اور (اس مقصد کے لئے) اللہ کے علاوہ اپنے سب حمایتی بھی بلاؤ (جو تمہارے ساتھ مل کر یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی نازل کردہ کتاب نہیں) اگر تم سچے ہو۔

لغوی نکات:

کُنْتُمْ سے فعل ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ کان عربی زبان میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ”تھا“ کے معنی میں

بھی اور ”ہونا“ کے معنی میں بھی۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے۔

فَاتُوا یہ اصل میں ف + اتوا تھا۔ اتوا کا پہلا ہمزہ پچھلے حرف کیساتھ مل کر ساکت (Silent) ہوا تو فَاتُوا پڑھا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں راجح رسم الخط میں اس کو یوں لکھا جاتا ہے فَاتُوا یعنی الف کے اوپر ہمزہ کی علامت (ا) کے بغیر۔ یہ اٹی یا اٹی سے فعل امر ہے جسکا ذاتی معنی تو ہے (آنا) لیکن اسکے بعد چونکہ (ب) حرف جر آرہا ہے، اس لئے معنی ہوگا (تم لاؤ)۔

تفسیری نکات: گزشتہ آیات میں توحید کے قرآنی تصور کو مدلل انداز سے پیش کرنے کے بعد اس آیت میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو بڑے عقلی و منطقی انداز سے ثابت کیا گیا ہے کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے منکرین قرآن مجید کے مقابلے میں پوری کتاب نہیں کم از کم ایک سورت ہی پیش کر دیں جس پر خود ان کا ضمیر مطمئن ہو جائے کہ ان کی بنائی ہوئی سورت قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور تاثیر کی قوت کا مقابلہ کرتی ہے، ورنہ اس بات پر ایمان لانے میں کسی تردد اور تذبذب کے بغیر ادنیٰ سی بھی تاخیر نہ کریں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور ظاہر ہے جس پر نازل ہوتی ہے، وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

فَان لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا

فَ	اِنْ	لَّمْ	تَفْعَلُوا	وَ	لَكِنْ	تَفْعَلُوا
تو	اگر	نہ	کیا تم نے	اور	ہرگز نہیں	تم کر سکو گے
حرف شرط	حرف جازمۃ المضارع	فعل مضارع مجزوم	حرف عطف	حرف ناصبۃ المضارع	فعل مضارع منصوب	

فَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ

فَ	اتَّقُوا	النَّاسَ	الَّتِي	وَقُودُ	هَا	النَّاسِ
تو	ڈرو اور بچو	آگ (سے)	وہ جو	ایندھن ہیں	اس آگ کا	لوگ
حرف فعل امر جمع مذکر	مفعول (مونث سماعی)	اسم موصول (واحد مونث)	(مبتدا) مضاف	مضاف الیہ	(خبر) اسم معطوف علیہ	

وَالْحِجَارَةَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ {24}

وَ	الْحِجَارَةَ	الَّتِي	أُعِدَّتْ	لِ	الْكَافِرِينَ
اور	پتھر	تیار کی گئی ہے	(کے) لئے	کافروں	مجرور
حرف عطف	اسم (الحجر) کی جمع معطوف	ماضی مجہول	حرف جر		

بامحاورہ ترجمہ: اگر تم نے ایسا نہ کیا اور (یاد رکھو) ہرگز تم کبھی نہیں سکو گے تو اس آگ سے ڈرو اور بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے جسے کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

لغوی نکات:

فَاتَّقُوا ف+اتَّقُوا۔ اتَّقُوا کا مادہ {وقی} ہے جو دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ① ڈرنا، ② بچنا۔ اس لئے اس کے ترجمے میں دونوں معنوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

أَعِدَّتْ اس کا مادہ {دع} ہے، اس سے باب افعال اَعَدَّ اِعْدَادًا استعمال ہوتا ہے۔ یہ ماضی مجہول ہے اور اس میں ہی ضمیر الثَّارُ کی طرف لوٹ رہی ہے جو مونث سماعی ہے۔ (تیار کی گئی ہے)

تفسیری نکات: اس آیت میں کافروں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ تم اس قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور قیامت تک نہیں کر سکتے تو اس پر ایمان لاؤ وگرنہ اس جہنم میں تم کو داخل کیا جائے گا جس میں لوگ اور پتھر ڈالے جائیں گے اور وہ آگ کافروں کے لئے ہی تیار کی گئی ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

و	بَشِّرِ	الَّذِينَ	آمَنُوا	و	عَمِلُوا	الصَّالِحَاتِ
اور	آپ خوشخبری دیں	ان لوگوں کو جو	وہ ایمان لائے	اور	انہوں نے عمل کئے	نیک
حرف عطف	فعل امر (فعل + فاعل)	اسم موصول (مفعول)	فعل ماضی (صلہ)	حرف عطف	فعل ماضی (فعل + فاعل)	جمع سالم مونث مفعول

أَنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي

أَنَّ	لَهُمْ	جَنَّتٍ	تَجْرِي
کہ	ان (کے)	باغات	بہتی ہیں
حرف مشبہ بالفعل	مجرور (ضمیر متصل) خبر مقدم	أَنَّ کا اسم موخر (جمع سالم مونث)	فعل مضارع جزئی (ض)

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ طَلَبًا رِزْقًا مِنْهَا

مِنْ	تَحْتِهَا	الْأَنْهَارُ	طَلَبًا	رِزْقًا	مِنْهَا
سے	نیچے	انہریں	جب بھی	انہیں دیا جائے گا	سے
حرف جر	مضاف (مجرور)	مضاف الیہ	تَجْرِي کا فاعل	حرف شرط	ماضی مجہول (فعل + نائب فاعل)

مِنْ شَرَّةٍ رَزَقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا

مِنْ	شَرَّةٍ	رَزَقًا	قَالُوا	هَذَا	الَّذِي	رَزَقْنَا
سے (کوئی)	پھل	دیا جانا (اہتمام کیا تھ)	وہ کہیں گے	یہ	جو	ہمیں دیا گیا
حرف جر (تبیضیہ)	مجرور	مفعول مطلق (تاکیدی مصدر)	فعل ماضی (فعل + فاعل)	اسم اشارہ (مبتدا)	اسم موصول (خبر)	ماضی مجہول (صلہ)

مِنْ قَبْلُ لَا وَأُتُوهُ مُتَشَابِهًا

مِنْ	قَبْلُ	و	أُتُوهُ	بِ	۴	مُتَشَابِهًا
سے	پہلے	حالانکہ	ان کے پاس لایا جائے گا	سے	اس	مٹا جلتا (مشابہ)
حرف جر	مجرور (مبنی علی الضم)	حالیہ	ماضی مجہول (اُتِيَ)	حرف جر للتعدي	مجرور	حال

وَلَهُمْ فِيهَا أَرْوَاحٌ

و	لِ	هُمُ	فِي	هَا	أَرْوَاحٌ
اور	لئے + اُن کے	میں	میں	اُس	بیویاں
حرف عطف	حرف جر + مجرور (ضمیر متصل) خبر مقدم	حرف جر	حرف جر	مجرور	ذُوج کی جمع (موصوف)

مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ {25}

مُطَهَّرَةٌ	و	هُمُ	فِي	هَا	خَالِدُونَ
پاکیزہ	اور	وہ	میں	میں + اُس	ہمیشہ رہیں گے
اسم المفعول (صفت) مبتدا مؤخر	حرف عطف	ضمیر منفصل (مبتدا)	حرف جر	حرف جر + مجرور	هُم کی خبر (اسم الفاعل جمع مذکر)

بامحاورہ ترجمہ: اور آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اس بات کی خوشخبری سنا دیں کہ ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جب بھی ان باغات کا کوئی پھل بڑے اعزاز و اہتمام کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا۔ حالانکہ (حقیقت یہ ہوگی کہ وہ پہلے پیش کیا جانے والا پھل نہیں ہوگا بلکہ) ان کے پاس لایا جائے گا اس سے ملتا جلتا اور ظاہری شکل و صورت میں اس سے مشابہ (پھل) (جو ذائقے میں پہلے پھل سے مختلف اور متنوع ہوگا) اور ان کے لئے اُن باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

لغوی نکات: عربی گرامر کا قاعدہ ہے ”اَفْعَلُ السَّاكِنُ إِذَا حَرَّكَ حَرْفَكَ بِاَلْكَسْرَةِ“ یعنی جب کوئی فعل ساکن ہو یعنی اس کے آخر میں سکون (◌ْ) ہو اور اسے اگلے لفظ کے ساتھ ملانے کے لئے حرکت دینی پڑ جائے تو زیر (◌ِ) کی حرکت لگائی جائے گی۔ اسی قاعدے کے مطابق بَشِيرًا + اَلَّذِيْنَ پڑھا گیا۔

الصَّلَاحَتِ مفعول ہے اور مفعول حالت نصب میں ہوتا ہے اور حالت نصب میں اسم کے آخر میں زبر آتی ہے لیکن یہاں زبر کی بجائے زیر (◌ِ) ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ یہ جمع سالم مونث ہے اور جمع سالم مونث کے آخر میں جہاں زبر (◌ِ) آنی چاہئے وہاں زیر (◌ِ) آتی ہے۔ یہی وجہ (جَنَّاتِ) کے آخر میں دو زیر (◌ِ) آنے کی ہے۔

تَجْرِي {ج ر ی} باب (ض) فعل مضارع۔ واحد مونث کا صیغہ ہے۔ يَجْرِيْ كِي بَجَائِ تَجْرِيْ یعنی مونث کا صیغہ اس لئے استعمال ہوا ہے کہ اس کا فاعل اَلَّذِيْنَ جمع مکرر غیر مائل ہے۔ (چلنا، بہنا) **مِنْ** (حرف جر) بعض اوقات ”سے“ کی بجائے ”کوئی“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسے مِنْ تَعْيِيْضِيْہ کہا جاتا ہے یعنی بَعْضُ کے معنی میں۔

رُزِقُوا فعل ماضی مجہول ہے لیکن اس کا ترجمہ مستقبل میں اس لئے کیا گیا ہے کہ كَلَّمْنَا حرف شرط ہے اور شرط فعل ماضی سے پہلے آجائے تو اس کا ترجمہ مستقبل میں کیا جاتا ہے، اس لئے کہ کوئی شرط مستقبل کے لئے ہی عائد کی جاسکتی ہے۔ کسی فعل کے بعد اس کا مصدر استعمال ہو تو اسے مفعول مطلق کہا جاتا ہے اور وہ تاکید و اہتمام کا معنی پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے اسے تاکیدی مصدر بھی کہا جاتا ہے۔ رُزِقُوا اس آیت میں رُزِقُوا کے بعد اسی مقصد کے لئے لایا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ترجمے میں اس کا معنی ”بڑے اعزاز و اہتمام کے ساتھ“ کیا گیا ہے۔

اُنُوْا {عت ی} باب (ض) اُنُوْا اُنُوْا سے فعل ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب ہے۔ یہ اصل میں اُنُوْا تھا۔ ی کا ضمہ ما قبل کو دے کر ی کو گرا دیا۔ اُنُوْا رہ گیا۔ اس کا ذاتی معنی تو ہے (آنا) لیکن اس کے بعد (ب) آجائے تو معنی ہو جاتا ہے (لانا) اس لئے اس (ب) کو بائے تعدی کہا جاتا ہے یعنی وہ (ب) جو لازم کو متعدی بناتی ہے۔

تفسیری نکات: اس سے قبل توحید اور رسالت کا ذکر ہوا۔ اب آخرت کے ذکر کا آغاز ہو رہا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرت میں دیگر قوتوں کے ساتھ ساتھ ذائقے کی قوت (Sense of Tasting) میں بھی بے پناہ اضافہ ہو جائے گا۔ ایک ہی شکل کے پھلوں میں بے شمار ذائقے ہوں گے اور جنتی اُن تمام ذائقوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ دنیا میں رہ کر ہم دو قسم کی لذتوں سے آشنا ہیں۔ ① کھانے پینے کی لذت، ② جنس (Sex) کی لذت۔ ان آیات میں ان دونوں لذتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ کا مطلب ہے کہ انہیں یہ یقین دلا دیا جائے گا کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کوئی قوت انہیں ان ایوانوں اور محلات سے بے دخل نہیں کر سکے گی اور نہ ہی ان نعمتوں، لذتوں اور راحتوں سے محروم کر سکے گی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيَ أَنْ يَضْرِبَ

يَضْرِبَ	أَنْ	يَسْتَحْيَ	لَا	اللَّهُ	إِنَّ
وہ بیان کرے	کہ	حجج/شرم محسوس کرتا ہے	نہیں	اللہ	یقیناً/بیشک
فعل مضارع (منسوب)	حرف ناصبۃ المضارع	فعل مضارع حیاء سے ماخوذ ہے	حرف نفی	إِنَّ کا اسم	حرف تاکید، حرف مشبہ بالفعل

مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا فَوْقَهَا

هَآ	فَوْقَ	مَا	فَ	بَعُوضَةٌ	مَا	مَثَلًا
اس کے	اوپر	جو	تو، پھر	مچھر (کی)	کوئی بھی	مثال
مضاف الیہ	ظرف مکان/مضاف	موصولہ	حرف	مثلاً کی وضاحت/بدل	برائے تاکید	مفعول

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ

أَنَّ + ء	يَعْلَمُونَ	فَ	آمَنُوا	الَّذِينَ	أَمَّا	فَ
کہ + وہ	وہ جانتے ہیں	تو	وہ ایمان لائے	ان لوگوں کا جو	جہاں تک تعلق ہے	تو
حرف مشبہ بالفعل + أَنَّ کا اسم	فعل مضارع	حرف	فعل ماضی	اسم موصول	حرف تقابل	حرف

الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا

كَفَرُوا	الَّذِينَ	أَمَّا	وَ	هُمْ	رَبِّ	مِنْ	الْحَقُّ
انہوں نے کفر کیا	ان لوگوں کا جو	جہاں تک تعلق ہے	اور	ان کے	رب	سے	حق ہے
فعل ماضی	اسم موصول	حرف تقابل	حرف عطف	مضاف الیہ	مجرور/مضاف	حرف جر	آن کی خبر

فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا

مَثَلًا	هَذَا	بِ	اللَّهُ	أَرَادَ	مَاذَا	يَقُولُونَ	فَ
مثال دے کر	اس	سے/کی	اللہ نے	ارادہ کیا/چاہا	کیا کچھ	وہ کہتے ہیں	تو
مفعول	اسم اشارہ/مجرور	حرف جر	فاعل	فعل ماضی	حرف استفہام	فعل مضارع	حرف

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ۗ وَيَهْدِي بِهِ

بِ + ۴	يَهْدِي	وَ	كَثِيرًا	بِ + ۴	يُضِلُّ
سے + اس	وہ ہدایت دیتا ہے	اور	بہت سوں کو	سے + اس	وہ گمراہ کرتا ہے
حرف جر + ضمیر مجرور	فعل مضارع	حرف عطف	مفعول	حرف جر + ضمیر مجرور	فعل مضارع (افعال)

كَثِيرًا ۗ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفٰسِقِينَ ﴿٢٦﴾

الْفٰسِقِينَ	إِلَّا	بِ + ۴	يُضِلُّ	مَا	وَ	كَثِيرًا
فاسقوں کو	مگر	سے + اس	وہ گمراہ کرتا ہے	نہیں	اور	بہت سوں کو
مستثنیٰ	حرف استثناء	حرف جر + ضمیر مجرور	فعل مضارع (افعال)	نافیہ	حرف عطف	مفعول

بامحاورہ ترجمہ: بے شک اللہ (اپنی مخلوقات میں سے) کوئی بھی مثال بیان کرنے میں شرم یا جھجک محسوس نہیں کرتا ہے۔ مچھر کی یا پھر جو اس سے بڑی مخلوق (کبھی) ہے (یا جو حقارت میں اس سے بھی بڑھ کر ہے) تو جو لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ جانتے ہیں (یقین رکھتے ہیں) کہ وہ ان کے رب کی طرف سے (نازل کردہ) حق ہی ہے اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جنہوں نے کفر کیا تو وہ کہتے ہیں اللہ نے کیا (ثابت کرنا) چاہا ہے۔ اس کی مثال دے کر، وہ اس (قرآن یا مثال) سے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے، اس سے بہت سوں کو اور وہ اس سے صرف فاسقوں کو ہی گمراہ کرتا ہے۔

لغوی نکات

یہ فعل عثمانی رسم الخط کے مطابق لکھا گیا ہے تمام عربی الاء کے مطابق عموماً اسے یوں لکھا جاتا ہے یَسْتَحْيِي اس کا فعل ماضی اسْتَحْيِيَ ہے۔ یہ فعل حَيَاء سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے اور حَيَاء سے بھی۔ اگر حَيَاء سے ماخوذ ہو تو معنی ہوگا (شرم محسوس کرنا) اور اگر حَيَاء سے ماخوذ ہو تو مفہوم ہوگا (زندہ رہنے دینا، زندہ رکھنا) اس آیت میں حَيَاء سے ماخوذ ہے جب کہ قرآن مجید کی آیت یَسْتَحْيِيْنَ نِسَاءَ كُمْ میں یہ فعل حَيَاء سے ماخوذ ہے۔ (مَثَلًا مَا) یہاں مآتا کید کے لئے استعمال ہوا ہے چنانچہ ترجمہ کیا گیا ہے ”کوئی بھی“ اِنَّهُ الْحَقُّ چونکہ یہاں حَقُّ کی بجائے الْحَقُّ ہے یعنی خبر کو معرفہ لایا گیا ہے، اس لئے اس کا گرائمر کے مطابق معنی ہوگا ”وہ حق ہی ہے“۔

تفسیری نکات: ① گزشتہ آیات میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کا حوالہ دیا گیا تھا چنانچہ اسی مناسبت سے قرآن مجید پر چند جاہل مذہبی پیشواؤں کی طرف سے اٹھائے جانے والے ایک اعتراض کے حوالے سے کہا گیا کہ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں کہ قرآن مجید میں مکھی اور مکڑی وغیرہ کی تمثیلات کیوں دی گئی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں اور ظاہر ہے کسی حقیقت کو تمثیلی انداز سے بیان کرنے کے لئے وہ اپنی کسی بھی مخلوق کا حوالہ دے سکتا ہے۔

② فسق کا لفظی معنی ہے ”حد اطاعت سے باہر نکلنا“ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ خود ہی اللہ کے قوانین کو توڑ کر حد اطاعت سے باہر نکل جاتے ہیں وہی اللہ کے قانون گمراہی کی زد میں آتے ہیں، اس لئے کہ وہ ان پر ہدایت اختیار کرنے کے لئے جبر نہیں فرماتا۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ

الَّذِينَ	يَنْقُضُونَ	عَهْدَ	اللَّهِ	مِنْ	بَعْدِ	مِيثَاقِهِ	۴
جو لوگ	توڑتے ہیں	وعدہ	اللہ کا	سے	بعد	پختہ کرنا	اسے
اسم موصول	فعل مضارع (ن)	مفعول / مضاف	مضاف الیہ	حرف جر	مجرور / مضاف	مضاف الیہ / مضاف	مضاف الیہ

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ

وَيَقْطَعُونَ	مَا	أَمَرَ	اللَّهُ	بِهِ	أَنْ	يُوصَلَ
اور وہ کاٹ دیتے ہیں	جو	حکم دیا	اللہ نے	سے / متعلق	اس	اسے ملایا جائے / جوڑا جائے
حرف عطف	فعل مضارع (ف)	موصولہ	فعل ماضی (ن)	فاعل	حرف جر	مجرور
حرف عطف	فعل مضارع (ف)	موصولہ	فعل ماضی (ن)	فاعل	حرف جر	مجرور

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ {27}

وَيُفْسِدُونَ	فِي	الْأَرْضِ	أُولَٰئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُونَ
اور فساد پھیلاتے ہیں	میں	زمین	وہ	ہی	نقصان اٹھانے والے
حرف عطف	فعل مضارع (افعال)	حرف جر	اسم اشارہ / مبتدا	برائے حصر	حَصْبًا (س) سے اسم الفاعل

بامعاورہ ترجمہ: جو اللہ سے کئے گئے اس پختہ وعدے کو توڑ ڈالتے ہیں جو اللہ نے ان سے لے رکھا ہے اور وہ اس تعلق کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملا کر (یا جوڑ کر) رکھا جائے اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہ لوگ ہی نقصان

اٹھانے والے ہیں (ایسا کر کے وہ اپنی ہی دنیا و عاقبت برباد کر رہے ہیں)۔

لغوی نکات:

مِثْقًا + ۵ یہ مصدر میمی بھی اور بطور اسم مشتق کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا معنی ”پختہ اور مضبوط کرنا“ بھی ہے اور ”مضبوط عہد و پیمان“ بھی۔

تفسیری نکات: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں یعنی وہ حقوق اللہ کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہاں عہد سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ عہد ہے جو اس نے ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰی“ کی صورت میں اپنے بندوں سے لیا تھا اور اس عہد کو ان کی فطرت کا حصہ بنا دیا اور ان کی سرشت میں شامل کر دیا تھا اور ”يَقْطَعُونَ...“ سے مراد یہ ہے کہ وہ قطع رحمی کر کے حقوق العباد کو پامال کرتے ہیں اور ظاہر ہے جس معاشرے میں نہ حقوق اللہ کی ادائیگی کی جائے اور نہ حقوق العباد کا خیال رکھا جائے لازماً وہاں فساد اور بگاڑ تو پیدا ہوگا۔ اس لئے کہا گیا ”وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ“ یعنی اس طرح سے وہ زمین کے نظام کی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ

كَيْفَ	تَكْفُرُونَ	بِ	اللَّهِ	وَ	كُنْتُمْ
کیسے / کس بنیاد پر	تم کفر کرتے ہو	سے / ساتھ	اللہ کے	اس حال میں جبکہ	تم تھے
حرف استفہام	فعل مضارع	حرف جر	مجرور	واو حالیہ	فعل ماضی + کان کا اسم

أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

أَمْوَاتًا	فَ	أَحْيَاكُمْ	ثُمَّ	يُمِيتُكُمْ	ثُمَّ
مردہ / بے جان	تو	اس نے زندگی بخشی + تمہیں	پھر	وہ مارتا ہے + تمہیں	پھر
کان کی خبر	حرف	فعل ماضی، فاعل + مفعول	حرف عطف	أَمَاتَ كَا فَعْلٍ مَضْرَعٍ + مَفْعُولٍ	حرف عطف

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ {28}

يُحْيِي	كُم	ثُمَّ	إِلَى + ۵	تُرْجَعُونَ
وہ زندہ کرے گا	تمہیں	پھر	طرف + اس کی	تم لوٹائے جاؤ گے
أَحْيَى كَا فَعْلٍ مَضْرَعٍ	مفعول	حرف عطف	حرف جر + مجرور	مضارع مجہول جمع مذکر مخاطب (ض)

بامحاورہ ترجمہ: تم کس بنیاد پر اللہ کا یعنی اللہ کی اس قدرت کا کہ وہ تمہیں دوبارہ پیدا کر سکتا ہے (انکار کرتے ہو جب کہ تم مردہ تھے (یعنی تمہارا وجود نہ تھا) تو اس نے تمہیں زندگی بخشی (یعنی عدم سے وجود عطا کیا) پھر وہ تمہیں مارتا ہے (موت سے ہمکنار کرتا ہے) پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (یعنی حتمی فیصلے کے لئے تمہیں اسی سے رجوع کرنا ہوگا)۔

لغوی نکات:

إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ اِلَيْهِ یعنی مرکب جاری کو فعل سے پہلے لانے کی وجہ سے اس میں حصر کا معنی پیدا ہو گیا ہے چنانچہ ترجمہ ہوگا ”تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے“ یعنی فیصلے کا اختیار صرف اسی کے پاس ہوگا۔ کسی اور ہستی کو فیصلہ کرنے یا فیصلے میں مداخلت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

تفسیری نکات: اس آیت میں عقیدہ آخرت کو بڑے سادہ، فطری اور عقلی انداز سے ثابت کیا گیا ہے۔ استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ہستی تمہیں پہلی دفعہ پیدا کرنے اور پھر موت سے ہمکنار کرنے پر قادر ہے اس کے لئے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کیسے ناممکن ہو جائے گا؟ جس ہستی نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ کی اس قدرت اور اختیار کا انکار آخر تم کس بنیاد پر کرتے ہو؟ اس کا تمہارے پاس کیا عقلی جواز ہے؟

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

هُوَ	الَّذِي	خَلَقَ	لَكُمْ	مَا	فِي	الْأَرْضِ	جَمِيعًا
وہ/ وہی	جو	اس نے پیدا کیا	لئے	تمہارے	جو	زمین	سب/ تمام
ضمیر	اسم موصول	فعل ماضی (ن)	حرف جر	مجرور	موصولہ	حرف جر	مفعول (تاکید)

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ

ثُمَّ	اسْتَوَىٰ	إِلَى	السَّمَاءِ	فَسَوَّاهُنَّ
پھر	وہ برابر ہوا/ متوجہ ہوا	طرف	آسمان کی	تو+ اس نے برابر کیا/ ٹھیک طرح سے بنایا
حرف عطف	فعل ماضی (افتعال)	حرف جر	مجرور	حرف + فعل ماضی (تفعیل)

سَبْعَ سَوَاتٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ {29}

سَبْعَ	سَوَاتٍ	وَ	هُوَ	بِ	كُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيمٌ
سات	آسمان	اور	وہ	سے/ کو	ہر	چیز	اچھی طرح جاننے والا
عدد (مفعول 2)	معدود	حرف عطف	ضمیر/ مبتدا	حرف جر	مجرور/ مضاف	مضاف الیہ	خبر

بامحاورہ ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے انہیں ٹھیک طرح سے (یعنی ہر نقص اور خلل سے پاک) سات آسمانوں کی شکل دی اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

لغوی نکات:

اسْتَوَىٰ اِلٰی کا لفظی معنی ہے ”کسی چیز کی طرف برابر ہونا، سیدھا ہونا“ مراد ہے ”کسی چیز کی طرف توجہ کرنا، متوجہ ہونا“۔
سَوَىٰ کا لفظی معنی ہے ”کسی چیز کو برابر کرنا“ مراد ہے کسی چیز کی نوک پلک سنوارنا، ٹھیک طرح سے بنانا، کسی چیز کو فائل Touch دینا۔
یہ اسم مبالغہ ہے، عَلِمَ جاننے والا، عَلِمَ اچھی طرح، بخوبی جاننے والا۔

تفسیری نکات: آخرت کی دلیل کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ جس ہستی نے اتنی وسیع کائنات کو پیدا کیا ہے، انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اس کی قدرت سے باہر کیسے ہو جائے گا.....؟

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ سے مراد یہ ہے کہ وہ کائنات کو پہلی دفعہ پیدا کر کے اسے دوبارہ پیدا کرنے کا طریقہ، معاذ اللہ، بھول تو نہیں جائے گا۔ وہ تو کائنات کے ایک ایک ذرے اور تخلیق کے تمام پہلوؤں سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حساب لینے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ وہ تمام انسانوں اور ان کے تمام اعمال کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ

وَ	اِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِ	الْمَلٰٓئِكَةِ	اِنِّیْ
اور	جب	کہا	رب	آپ کے (نے)	فرشتوں	بے شک / یقیناً + میں
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی	مضاف / فاعل	مضاف الیہ	حرف جر	حرف تاکید + اِنِّیْ کا اسم

جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۗ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ

جَاعِلٌ	فِی	الْاَرْضِ	خَلِیْفَةً	قَالُوْۤا	ا	تَجْعَلُ
بنانے والا ہوں	میں	زمین	نمائندہ	انہوں نے کہا	کیا	تو بنانا (مقرر کرتا ہے)
اسم الفاعل اِنِّیْ کی خبر	حرف جر	مجرور	جَاعِلٌ کا مفعول	فعل ماضی جمع مذکر غائب	حرف استفہام	فعل مضارع واحد مذکر مخاطب

فِیْہَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْہَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ

فِیْ	ہَا	مَنْ	یُّفْسِدُ	فِیْ	ہَا	وَ	یَسْفِكُ	الدِّمَآءَ
میں	اس	جو	فساد کرے گا	میں + اس	اور	وہ بہائے گا	خونوں کو	
حرف جر	ضمیر مجرور	موصولہ	اَفْسَدَ سے فعل مضارع	حرف جر + ضمیر مجرور	حرف عطف	فعل مضارع	الذَّم کی جمع / مفعول	

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط

وَ	نَحْنُ	نُسَبِّحُ	بِ	حَمْدِكَ	وَ	نُقَدِّسُ	لَكَ
حالا کہ	ہم	تسبیح بیان کرتے ہیں	سے/ساتھ	حمد	تیری	ہم تقدیس کرتے ہیں	لئے
تیرے	تیرے	تیرے	تیرے	تیرے	تیرے	تیرے	تیرے
حالیہ	مبتدا	فعل مضارع / خبر	حرف جر	مجرور / مضاف	مضاف الیہ	حرف عطف	قَدَّسَ کا فعل مضارع

قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ {30}

قَالَ	إِنِّي	أَعْلَمُ	مَا	لَا	تَعْلَمُونَ
اس (اللہ) نے کہا	بے شک	میں	جانتا ہوں میں	جو	نہیں
فعل ماضی	حرف تاکید	إِنِّ کا اسم	فعل مضارع واحد تکلم	موصولہ	حرف نفی
فعل ماضی	حرف تاکید	إِنِّ کا اسم	فعل مضارع واحد تکلم	موصولہ	حرف نفی

بامعاورہ ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا ”یقیناً میں زمین میں ایک نمائندہ بنانے (مقرر کرنے) والا ہوں، انہوں نے کہا: کیا تو اس میں اس مخلوق کو (نمائندہ) بنائے (مقرر کرے) گا جو اس میں فساد پھیلانے گا (زمین کے نظام کو بگاڑے گا) اور خون ریزی (قتل و غارت گری) کرے گا، حالانکہ ہم (جو موجود ہیں) تیری حمد و ثناء کے ساتھ ساتھ تسبیح بھی بیان کرتے ہیں اور تیرے لئے تقدیس بھی کرتے ہیں یعنی ماحول کو تیری نافرمانی سے پاک صاف بھی رکھے ہوئے ہیں۔ اس (اللہ) نے کہا ”پیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔“

لغوی نکات:

خَلِيفَةً اس کا لفظی معنی ہے ”الَّذِي يَخْلُفُ بَعْضُهُ بَعْضًا“ یعنی جو ایک دوسرے کے پیچھے آئے۔ مراد ی معنی ہے ”نمائندہ“
نَحْنُ نُسَبِّحُ کو شروع میں لانے کا مقصد لفظ ”ہم“ پر زور دینا ہے یعنی ہم جو موجود ہیں، تسبیح سے مراد اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک قرار دینا اور حمد سے مراد اسے تمام اعلیٰ صفات کا سزاوار قرار دینا ہے۔

تفسیری نکات: قرآن مجید کا موضوع چونکہ انسان اور اس کی ہدایت ہے، اس لئے آغاز میں ہی انسان کے متعلق وضاحت کی جا رہی ہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کہاں چلا جاتا ہے؟ اور جہاں چلا جاتا ہے، وہاں اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟ چنانچہ انسان کے آغاز کا ذکر کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں ایک نمائندہ مقرر کرنے والا ہوں جسے اپنے احکامات کی تعمیل کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دوں گا تو فرشتوں کے لئے یہ بڑی تعجب کی بات تھی، اس لئے کہ وہ تو مجبور محض مخلوق ہیں انہیں جو حکم دیا جاتا ہے، وہ اس کے پابند ہوتے ہیں۔ اپنا کوئی اختیار استعمال نہیں کر سکتے، بالکل روبرو کی طرح جو Fedded ہے، وہی کرنا ہے۔ فرشتوں کے ذہن میں آیا کہ اگر اسے دونوں اختیارات حاصل ہوں گے تو وہ تو اللہ کے قوانین کو توڑ کر

قرآن مجید کی لغوی تشریح

زمین کو فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری کی آماجگاہ بنا دے گا۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے استفسار کیا کہ اللہ! تجھے اس نئی مخلوق کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے جب کہ ہم تیری تسبیح اور حمد و ثناء میں مصروف ہیں اور ماحول کو تیری نافرمانی اور فتنہ و فساد سے پاک اور محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

و	عَلَّمَ	آدَمَ	الْأَسْمَاءَ	كُلَّهَا	هَآ
اور	اس نے سکھائے	آدم علیہ السلام کو	نام	تمام	وہ (ان کے)
حرف عطف	فعل ماضی (تفعیل)	مفعول 1 (غیر منصرف)	مفعول 2 (الاسم کی جمع)	مضاف (تاکید)	مضاف الیہ (ضمیر متصل)

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ

ثُمَّ	عَرَضَ	هُمْ	عَلَى	الْمَلَائِكَةِ	فَ	قَالَ
پھر	اس نے پیش کیا	انہیں	پر	فرشتوں	تو	اس نے کہا
حرف عطف	فعل ماضی + فاعل	مفعول (ضمیر متصل)	حرف جر	مجرور	حرف	فعل ماضی

أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ {31}

أَنْبِئُونِي	بِ	أَسْمَاءِ	هَؤُلَاءِ	إِنْ	كُنْتُمْ	صَادِقِينَ
تم خبر دو (بتاؤ)	مجھے	ناموں	ان کے	اگر	ہوتم	سچے
فعل امر (فاعل)	مفعول (ضمیر متصل)	حرف جر	مضاف (مجرور)	مضاف الیہ	حرف شرط	فعل ناقص آم

بامحاورہ ترجمہ: اور اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھائے۔ پھر اس نے ان ناموں کو فرشتوں پر پیش کیا۔ تو اس نے کہا تم مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے موقف میں) سچے یعنی برحق ہو۔

لغوی نکات:

كُلَّهَا میں ہا ضمیر الْأَسْمَاءِ کی طرف لوٹ رہی ہے اور الاسماء چونکہ جمع مکسر غیر عاقل ہے، اس لئے یہاں مونث کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ (سب کے سب)

عَرَضَهُمْ میں ہم ضمیر اس لئے استعمال کی گئی کہ جنہیں سیدنا آدم علیہ السلام پر پیش کیا گیا تھا، ان میں مقدس شخصیات بھی شامل تھیں۔ ان کا لحاظ کرتے ہوئے جمع کی ضمیر استعمال ہوئی۔ واضح رہے کہ عاقل مخلوق کے لئے واحد مونث نہیں بلکہ اس

کے مطابق ضمیر استعمال ہوتی ہے۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے انسان کو فرشتوں پر اس لحاظ سے فضیلت عطا فرمائی ہے کہ اسے کائنات کا مشاہدہ کر کے اس پر غور و خوض کر کے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت عطا کی جب کہ فرشتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ قوت و استعداد ودیعت نہیں کی۔ جو فرشتہ کائنات کے جس شعبے کے نظام پر مقرر ہے، اسے اس کے متعلق ہی معلومات حاصل ہیں، اس میں غور و خوض کر کے از خود نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ یعنی فرشتوں کے پاس معلومات (Informations) ہیں اور انسان کے پاس علم (Knowledge or Science) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں سے مختلف اشیاء کے نام پوچھے تو وہ جواب نہ دے سکے اور انہوں نے فوراً ندامت و پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی۔

بعض مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے ساتھ ساتھ فرشتوں سے انبیاء و صالحین کے اسمائے گرامی بھی پوچھے جس پر انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ ان کا استدلال جیسا کہ لغوی نکات میں گزر چکا ہے، یہ ہے کہ عنہم میں ہم ضمیر کا استعمال عاقل مخلوق کیلئے ہے۔ اگر محض بے جان اشیاء یا غیر عاقل مخلوق کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تو ہم کی بجائے ہا کی ضمیر استعمال ہوتی۔ ان کے نزدیک ہم۔ ضمیر کا استعمال تغلیباً ہوا ہے۔ انبیاء و صالحین کے اسمائے گرامی پوچھنے میں کیا حکمت تھی، اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا

قَا	لِ	عِلْمَ	لَا	كَ	سُبْحَانَ	قَالُوا
ہمارے	لئے	علم	نہیں	تیری	پاکیزگی	انہوں نے کہا
مجرور	حرف جر	لا کا اسم	برائے نفی جنس	مضاف الیہ	مضاف	فعل ماضی جمع مذکر غائب

إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ {32}

إِلَّا	مَا	عَلَّمْتَنَا	نَا	إِنَّ	كَ	أَنْتَ	الْعَلِيمُ	الْحَكِيمُ
مگر	جو	تو نے سکھایا	ہمیں	بے شک	تو	ہی	خوب جاننے والا	بڑی حکمت والا
حرف استثناء	موصولہ	فعل ماضی + فاعل	مفعول	حرف تاکید	إِنَّ کا اسم	برائے حصر	خبر 1	خبر 2

بامعاورہ ترجمہ: انہوں نے یعنی فرشتوں نے کہا ہم تجھے ہر عیب سے پاک قرار دیتے ہیں۔ ہمیں تو اس کے علاوہ جو تو نے سکھایا ہے کچھ علم نہیں بے شک تو خوب ہی جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

لغوی نکات:

سُبْحٰنَكَ میں سُبْحَانَ مصدر ہے اور مفعول مطلق ہے، اس سے پہلے نُسْبِہٌ محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے نُسْبِہٌ سُبْحَانَكَ

قرآن مجید کی لغوی تشریح

یعنی ”ہم تجھے ہر عیب سے پاک قرار دیتے ہیں جس طرح کہ پاک قرار دینے کا حق ہوتا ہے۔“ واضح رہے تسبیح سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، تخلیق اور صفات کو ہر عیب اور نقص سے پاک قرار دینا ہے۔ ”تو پاک ہے“ اس کا مرادی معنی ہے۔

تفسیری نکات: فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہیں جو ہر وقت اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ کی نافرمانی کا ان کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے۔ جب اللہ نے فرشتوں سے ناموں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمیں تو وہ معلوم ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے باقی اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس مخلوق (انسان) کے پیدا کرنے کی حکمت تو ہی جانتا ہے تیرے علم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ

قَالَ	يَا	آدَمُ	أَنْبِئْ	هُمْ	بِ	أَسْمَاءِ	هُمْ
اس نے کہا	اے	آدم علیہ السلام	تو خبر دے / تو بتا	انہیں	کی	ناموں	ان کے
فعل ماضی	حرف ندا	منادی	اَنْبِئْیٰی سے فعل امر	مفعول	حرف جر	مجرور مضاف	مضاف الیہ

فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ

فَ	لَمَّا	أَنْبَأَ	هُمْ	بِ	أَسْمَاءِ	هُمْ
تو	جب	خبر دی / بتائے	انہیں	کی	نام	ان کے
حرف	ظرف زمان	فعل ماضی + فاعل	مفعول	حرف جر	مجرور مضاف	مضاف الیہ

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ

قَالَ	أَلَمْ	أَقُلْ	لَكُمْ
اس نے کہا	کیا	میں نے کہا	نہیں
فعل ماضی	حرف استفہام	فعل مضارع مجزوم	حرف جازمۃ المضارع

إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

إِنِّي	أَعْلَمُ	غَيْبَ	السَّمَوَاتِ	وَالْأَرْضِ
بے شک + میں	جانتا ہوں میں	غیب	آسمانوں کا	اور زمین کا
حرف مشبہ بالفعل + إِنَّ کا اسم	فعل مضارع واحد متکلم	مفعول / مضاف	مضاف الیہ (معطوف علیہ)	حرف عطف (معطوف)

وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ {33}

وَأَعْلَمُ	مَا	تُبْدُونَ	وَمَا	كُنْتُمْ	تَكْتُمُونَ
اور	میں جانتا ہوں	جو	تم ظاہر کر رہے ہو	اور	تم چھپا رہے
حرف عطف	فعل مضارع	موصولہ	افعال ابندی یبْدی سے فعل مضارع	حرف عطف	فعل ماضی
فعل مضارع	موصولہ	افعال ابندی یبْدی سے فعل مضارع	حرف عطف	موصولہ	فعل ماضی

بامحاورہ ترجمہ: اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے کہا: اے آدم تم انہیں یعنی فرشتوں کو ان کے (جنہیں سامنے لایا گیا تھا) نام بتاؤ۔ تو جب انہوں نے یعنی سیدنا آدم علیہ السلام نے ان کے نام بتائے اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب یعنی خفیہ حقائق اور پوشیدہ رازوں کو جانتا ہوں اور میں اسے بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کر رہے ہو اور اسے بھی جسے تم چھپا رہے تھے۔

لغوی نکات:

أَنْبِئْهُمْ + هُمْ {ن بء} باب افعال سے فعل امر، واحد مذکر (خبر دینا)
 أَلَمْ أَقُلْ + لَمْ + أَقُلْ {ق ول} باب (ن) سے فعل جحد معلوم اصل میں أَقُولُ تھا، واؤ کی حرکت ماقبل کو دے کر واؤ کو گرا دیا، أَقُلْ ہوا (کہنا)

مَا تُبْدُونَ {ب دو} باب افعال، ابْدی یبْدی سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر مخاطب (ظاہر کرنا)

تَكْتُمُونَ {ك ت م} باب (ن) كَتَمَ يَكْتُمُ سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر مخاطب (چھپانا)

تفسیری نکات: جن مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے ساتھ فرشتوں سے انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی بھی پوچھے تھے، وہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے ذہن میں جب یہ اشکال پیدا ہوا کہ جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے ساتھ ساتھ اس کی نافرمانی کا اختیار بھی ہوگا، وہ تو اس کی نافرمانی کر کے زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دے گی تو ان کے اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو بھی ان کے سامنے لے کر آیا اور پوچھا: بتاؤ تم نے ان کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ فرشتوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان مقدس شخصیات کے تعارف اور مشن سے آگاہ فرمایا کہ اگر زمین میں احکامات الہیہ کے خلاف باغیانہ طرز عمل اختیار کرنے والے ہوں گے تو ان کی اصلاح کی ذمہ داری کا فریضہ انجام دینے والی یہ پاکباز ہستیاں بھی ہوں گی۔ تم میری حکمتوں اور مصلحتوں سے واقف نہیں ہو۔ چنانچہ فرشتوں کے ذہن میں جو اشکال پیدا ہوا اس کا ازالہ ہو گیا اور فرشتوں نے اپنی علمی کوتاہی کا اور عظمت آدم علیہ السلام کا اعتراف کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ جس معذرت کا تم اظہار کر رہے ہو، اس کا بھی مجھے علم ہے اور جو اشکال تمہارے ذہن میں پیدا ہو رہا تھا، وہ بھی میرے علم میں ہے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ اعتراض نہیں تھا بلکہ فہم کی غلطی تھی۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

وَ	إِذْ	قُلْنَا	لِ	الْمَلَائِكَةِ	اسْجُدُوا	لِ	آدَمَ
اور	جب	ہم نے کہا	کو/ سے	فرشتوں	تم سجدہ کرو	کو	آدم علیہ السلام
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی (قال)	حرف جر	مجرور الملائک کی جمع	سَجَدَ یَسْجُدُ سے فعل امر	حرف جر	مجرور (غیر منصرف)

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ

فَ	سَجَدُوا	إِلَّا	إِبْلِيسَ	أَبَىٰ	وَ	اسْتَكْبَرَ
تو	انہوں نے سجدہ کیا	سوائے	ابلیس (کے)	اُس نے انکار کیا	اور	تکبر کیا، بڑا بننے کی خواہش کی
حرف	فعل ماضی جمع مذکر غائب	حرف استثناء	متشبی (منسوب)	فعل ماضی (ءبى)	حرف عطف	فعل ماضی (استفعال)

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ {34}

وَ	كَانَ	مِنَ	الْكَافِرِيْنَ
اور	وہ ہو گیا	سے	کافروں
حرف عطف	فعل ماضی	حرف جر	مجرور اسم فاعل جمع

بامحاورہ ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو انہوں نے (اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کا مظاہرہ کیا اور کافروں یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل سے انکار کرنے والوں میں سے ہو گیا۔

لغوی نکات:

اسْتَكْبَرَ اس کا مادہ {ك ب ر} ہے اور اس کا باب استفعال سے تعلق ہے اسی وجہ سے اس میں خواہش کرنے کا معنی پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ ہوگا ”اس نے بڑا بننے کی کوشش کی“ یعنی ایسا کر کے وہ بڑا بن نہیں گیا بلکہ یہ اس کی خواہش تھی جس کی نہ صرف یہ کہ تکمیل نہیں ہوئی بلکہ وہ اللہ کے حکم کے مقابلے پر خود کو بڑا سمجھ کر اللہ کے غیظ و غضب کی زد میں آ گیا اور زندہ، درگاہ ہو گیا۔

كَانَ یہ فعل ”تھا“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ”ہونا“ کے معنی میں بھی۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے۔

تفسیری نکات: سجدہ سے مراد تعظیم کسی کے سامنے آداب و تسلیمات بجالانا ہے۔ اس کی مختلف شکلیں اور کیفیتیں ہو سکتی ہیں۔ آدم

علیہ السلام کو سجدہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں تھا۔ کیفیت کیا تھی، قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔ بہر حال سجدے کے لئے ضروری نہیں کہ پیشانی زمین پر رکھی جائے، ذرا سا جھک جانا بھی اس کی تعریف میں شامل ہے۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی برتری تسلیم کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کی جب کہ ابلیس نے انکار کر دیا اور گمراہ ہو گیا۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ

و	قُلْنَا	يَا	آدَمُ	اسْكُنْ	أَنْتَ
اور	ہم نے کہا	اے	آدم	رہو/ رہائش رکھو	تم
حرف عطف	فعل ماضی جمع متکلم + فاعل	حرف ندا	منادئ	سَكَنَ يَسْكُنُ سے فعل امر	ضمیر تاکید

وَزَوْجَكَ الْجَنَّةَ وَكَلَّا

و	زَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	و	كَلَّا
اور	بیوی	جنت میں	اور	تم دونوں کھاؤ
حرف عطف	فاعل مضاف	مفعول	حروف عطف	أَكَلَ يَأْكُلُ سے فعل امر (تثنیہ)

مِنْهَا رَاعِدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

مِنْ	هَا	رَاعِدًا	حَيْثُ	شِئْتُمَا
سے	اس	کھلا/ بے فکر ہو کر	جہاں سے	تم دونوں چاہو
حرف جر	مجرور، ضمیر مونث	حال	ظرف مکان	شَاءَ يَشَاءُ سے فعل ماضی (تثنیہ)

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ {35}

و	لَا	تَقْرَبَا	هَذِهِ	الشَّجَرَةَ	فَ	تَكُونَا	مِنَ	الظَّالِمِينَ
اور	نہ	تم دونوں قریب جاؤ	اس	درخت کے	تو	تم دونوں ہو جاؤ گے	سے	ظالموں
حرف عطف	حرف نہی	فعل نہی	اسم اشارہ	مشار الیہ	حرف	فعل مضارع (تثنیہ)	حرف جر	مجرور

بامعاورہ ترجمہ: اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو تم دونوں باغ میں جہاں سے چاہو کھاؤ اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ (وگرنہ) تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے (یعنی قصور وار اور نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے)۔

لغوی نکات:

اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ عربی زبان کی گرامر کے مطابق اسم کا عطف اسم پر اور فعل کا عطف فعل پر ہوتا ہے۔ یعنی اسم کا عطف فعل پر اور فعل کا عطف اسم پر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کہنا ہو تم اور خالد جاؤ تو اذہب انت و خالد کہیں گے۔ یہاں خالد کا عطف انت پر ہو رہا ہے، اذہب پر نہیں۔ اسی قاعدے کے مطابق اس آیت میں اسکن و زوجک کی بجائے اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ کہا گیا ہے۔

فَ + تَكُونُ بعض اوقات ف کے بعد اُن محذوف ہوتا ہے۔ یہاں بھی ف کے بعد اُن محذوف ہے۔ اصل میں تھا فَاَنْ تَكُونُ، اُن کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا ہے۔ اس کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے ”مبادا ایسا نہ ہو جائے کہ جس کا نتیجہ یہ ہوگا“۔ (کہ تم دونوں ہو جاؤ گے)

تفسیری نکات: جس درخت کے قریب جانے سے روکا گیا تھا، وہ کونسا تھا؟ اس کے متعلق کچھ بھی کہنا قیاس آرائی سے زیادہ نہیں۔ یہ ایک غیر ضروری بحث ہے جس کا ہدایت و رہنمائی سے تعلق نہیں ہے اور قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ ہدایت سے غیر متعلقہ امور کو زیر بحث نہیں لاتا تا کہ ذہن واقعے میں موجود حکمتوں سے ہٹ کر غیر ضروری بحثوں میں نہ الجھ جائے۔ گندم کے دانے کی بات کا قرآن و حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فَاَزَلَّهَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهَا

فَاَزَلَّ	هُمَا	الشَّيْطَانُ	عَنْ	هَا	فَ	اَخْرَجَ	هُمَا
تو	ان دونوں کو	شیطان نے	سے / متعلق	اس	تو	اس نے نکال دیا، نکلوا دیا	ان دونوں کو
حرف	فعل ماضی	فاعل	حرف جر	مجرور	حرف	فعل ماضی + فاعل	مفعول

مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقَلْنَا اهْبِطُوا

مِمَّا	كَانَا	فِي	ۙ	وَقَلْنَا	اهْبِطُوا
سے	وہ دونوں تھے	میں	اس	اور	تم اتر جاؤ
حرف جر	موصولہ	فعل ماضی متنیہ مذکر	حرف جر	مجرور	حرف عطف
				فعل ماضی + فاعل	فعل امر (ض) (هَبِطْ، يَهْبِطُ)

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ

بَعْضُ	كُم	لِ	بَعْضٍ	عَدُوٌّ	و	لَكُمْ
بعض / کچھ	تم میں سے	کے لئے	بعض / کچھ	دشمن	اور	لئے تمہارے
مضاف	مضاف الیہ (مبتدا)	حرف جر	مجرور	خبر	حرف عطف	حرف جر

فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ {36}

فِي	الْأَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَ	مَتَاعٌ	إِلَىٰ	حِينٍ
میں	زمین	ٹھکانہ / رہنے کی جگہ	اور	فائدہ اٹھانا	تک	محدود مدت
حرف جر	مجرور	اسم ظرف معطوف علیہ	حرف عطف	معطوف	حرف جر	مجرور

بامحاورہ ترجمہ: تو ان دونوں یعنی آدم و حوا علیہما السلام کو شیطان نے اس (درخت) سے متعلقہ معاملے میں بہکا دیا تو اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس (جنت) سے نکال دیا جس میں وہ دونوں تھے۔ (یا ابلیس نے ان دونوں کو نکلوا دیا.....) اور ہم نے (آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس سے کہا) تم (جنت سے زمین پر) اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو (تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں) اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ اور محدود مدت تک (دنوی نعمتوں سے) فائدہ اٹھانے کی مہلت ہے۔

لغوی نکات:

أَزَلَّ اس کا مادہ {ذل ل} ہے جس کا لفظی معنی ہے (پاؤں کا پھسلنا) کہا جاتا ہے ”ذَلَّتْ قَدَمُهُ“ اس کا پاؤں پھسل گیا۔ **أَزَلَّ** اسی مادے سے باب افعال ہے جس میں متعدی کا معنی پیدا ہو گیا ہے یعنی (پھسلانا) یہاں بہکانے، گمراہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

أَخْرَجَ اس کا تعلق بھی باب افعال سے ہے۔ اس کا ترجمہ ”اس نے نکال دیا“ بھی ہو سکتا ہے اور ”اس نے نکلوا دیا“ بھی۔ پہلے ترجمے کے مطابق اس کا فاعل خود اللہ رب العزت ہوگا اور دوسرے ترجمے کے مطابق ابلیس۔

مُسْتَقَرٌّ اس کا مادہ {ر ر} اور اس سے باب استفعال **اسْتَقَرَّ** **يَسْتَقِرُّ** **اسْتَقَرُّوا** استعمال ہوتا ہے۔ **مُسْتَقَرٌّ** اسم ظرف ہے یعنی (قرار حاصل کرنا، رہائش رکھنا، ٹھکانہ بنانا)۔

تفسیری نکات: بعضکم لبعض عدو میں آدم و حوا علیہما السلام کے درمیان عداوت و دشمنی کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے جس طرح عام طور پر سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ افسانہ بھی تراش لیا گیا ہے کہ چونکہ حوا علیہا السلام نے آدم علیہ السلام کو درخت کا پھل کھانے پر مجبور کیا تھا ورنہ خود آدم علیہ السلام اس کا پھل نہیں کھانا چاہتے تھے، اس لئے دونوں کے درمیان عداوت پیدا ہوگئی اور دونوں کو زمین کے الگ الگ حصوں پر اتارا گیا۔ بعد ازاں طویل مدت کے بعد ان کے درمیان ملاقات ہوئی..... وغیر ذک۔ اس قسم کی باتوں کا قرآن و حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

یہاں ذریت آدم علیہ السلام اور ذریت ابلیس کے درمیان عداوت و دشمنی کے تعلق کو واضح کیا گیا ہے کہ تمہارا آپس میں دوستی اور خیر خواہی کا نہیں بلکہ عداوت کا تعلق ہوگا۔

فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ

فَ	تَلَقَىٰ	آدَمَ	مِنْ	رَبِّ	۴	كَلِمَاتٍ
تو	حاصل کرنے / سیکھ لئے	آدم نے	سے	رب	اس کے / اپنے	چند کلمات
حرف	فعل ماضی (تفعل)	فاعل	حرف جر	مجرور / مضاف	مضاف الیہ	مفعول جمع سالم مونث

فَتَابَ عَلَيْهِ ۖ إِنَّهُ

فَ	تَابَ	عَلَيْهِ	۴	إِنَّ	كَ
تو	اس نے نظر رحمت ڈالی، توبہ قبول کر لی	پر	اس	بے شک	وہ
حرف	فعل ماضی (ن)	حرف جر	مجرور	حرف مشبہ بالفعل حرف تاکید	إِنَّ كَا اَم

هُوَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ {37}

هُوَ	التَّوَابُ	الرَّحِيمُ
ہی	بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا	بہت رحم فرمانے والا
ضمیر برائے حصر	اسم مبالغہ إِنَّ کی خبر نمبر 1	اسم مبالغہ إِنَّ کی خبر نمبر 2

بامحاورہ ترجمہ: تو آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے (انہوں نے وہ کلمات کہے) تو اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بے شک وہ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

لغوی نکات:

تَلَقَىٰ باب افعال اَلْفَى يُلْفَى۔ کسی بات کے ذہن میں القاء کرنے یعنی ڈالنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور باب تفعل تَلَقَى يَتَلَقَى سے فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ اس القاء کو قبول کرنے، اسے اخذ کرنے کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کلمات آدم علیہ السلام کے ذہن میں القاء فرمائے انہوں نے ان کلمات کو اخذ کر لیا اور ان کے ذریعے سے ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا اور اپنے گناہ کی معافی مانگی۔

تفسیری نکات: جن کلمات کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے قرآن مجید کی سورۃ الاعراف میں ان کی وضاحت اس طرح سے کی گئی ہے ”ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرين“ یہ کہنا کہ وہ چند مقدس شخصیات کے اسمائے گرامی تھے نہ صرف یہ کہ خود ساختہ بات ہے بلکہ قرآن مجید کی صریح مخالفت بھی۔ شخصیات کے ناموں کا افسانہ تحریف شدہ مسیحیت سے متاثر ہو کر تراشا گیا جس کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جِيعًا فَمَا

قُلْنَا	اهْبِطُوا	مِنْ	هَا	جِيعًا	فَ	إِمَّا
ہم نے کہا	تم اتر جاؤ	سے	اس	سب	تو	اگر+ لازماً
فعل ماضی جمع متکلم	هَبَطَ يَهْبِطُ سے فعل امر	حرف جر	مجرور	اسم تاکید	حرف	حرف شرط مؤنث

يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ

يَأْتِيَنَّكُمْ	مِّنِّي	هُدًى	فَمَنْ	تَبِعَ
آئے گی	تمہارے پاس سے	میری طرف	ہدایت و رہنمائی	اس نے پیروی کی
آئی کا فعل مضارع	حرف تاکید	مفعول	حرف جر	مجرور
آئی کا فعل مضارع	حرف تاکید	مفعول	حرف جر	مجرور

هُدَايَ فَلَآ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

هُدَايَ	فَلَآ	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ
ہدایت	تو+ نہیں	کوئی خوف	اوپر پر
(مفعول) مضاف	حرف عطف+ حرف نفی	اسم	حرف جر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ {38}

وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُونَ
اور	ہی وہ	غمگین/ افسردہ ہوں گے
حرف عطف	حرف نفی	حَزِنَ (س) سے فعل مضارع جمع مذکر غائب

بامعاورہ ترجمہ: ہم نے کہا تم سب اس (جنت) سے نیچے اتر جاؤ، سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت و رہنمائی آئے (اور یقیناً لازماً آئے گی) تو جس نے میری طرف سے نازل کردہ ہدایت و رہنمائی کی پیروی کی یعنی جو میرے متعین کردہ راستے پر گامزن رہا تو ان پر (ایسے لوگوں پر) نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین و افسردہ ہوں گے۔

لغوی نکات:

إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ إِنَّ + مَا + يَأْتِيَنَّ + نَّ + كُمْ، اس آیت میں ان کے بعد مَا تاکید کا معنی پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے اور آگے نَّ

(نون مشدد) بھی تاکید کے لئے ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ تاکید در تاکید کے مفہوم میں یوں ہوگا ”اگر تمہارے پاس آئے اور یقیناً لازماً آئے گی“ یعنی ہدایت و رہنمائی۔

خَوْفٌ... يَحْزَنُونَ خوف ہوتا ہے مستقبل کا اور حزن ہوتا ہے ماضی کا۔ چنانچہ ان دو الفاظ کے استعمال سے ماضی اور مستقبل دونوں کے تحفظ کی ضمانت دی جا رہی ہے۔

تفسیری نکات: دو مرتبہ اِهْبِطُوا کہنے کی وجہ: اس سے قبل بھی آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس کو حکم دیا گیا ”قُلْنَا اِهْبِطُوا“ اور اس آیت میں پھر کہا جا رہا ہے ”قُلْنَا اِهْبِطُوا“ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی حکم کو دو بار کیوں دہرایا گیا ہے یا اس کا دو دفعہ ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ مفسرین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ پہلی دفعہ زمین پر اتر جانے کا حکم بطور سزا کے دیا گیا اور دوسری دفعہ زمین پر اتارنے کی حکمت اور غرض و غایت بیان کرنے کے لئے۔

خوف و حزن کا مفہوم: کہا جا رہا ہے کہ تم سب زمین پر اتر جاؤ۔ اب تمہاری یعنی بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ شروع ہوگا۔ جس نے ان نازل کردہ راہنما اصولوں اور ضابطوں کی پاسداری کی اور ان کی اتباع میں زندگی گزاری، اسے نہ مستقبل کا اندیشہ ہوگا اور نہ ہی ماضی کا غم۔ اس کیفیت کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی۔ یعنی دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارے ہوئے قوانین کا احترام کرنے والوں اور ان کی تعمیل کرنے والوں کو قلبی اطمینان اور ذہنی سکون سے نوازا جائے گا اور آخرت میں تو ان کی ساری زندگی تعبیر ہی اس طرح کی زندگی سے ہوگی۔ نہ انہیں جنت کی نعمتوں سے محروم ہونے کا اندیشہ ہوگا اور نہ ہی ماضی یعنی دنیوی زندگی پر کوئی ندامت و پشیمانی اور غم و بچھتاوا۔

اصحاب نار: آخری آیت میں قرآن مجید واضح کر رہا ہے کہ اصحاب النار یعنی جہنم کی آگ کے مستحق کون لوگ ہیں۔ فرمایا: ”وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات یعنی ہمارے نازل کردہ قوانین اور ضابطوں کی صداقت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور ان کی تکذیب کی وہ جہنم کی آگ کی صورت میں ہماری ابدی سزا کے مستحق ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اس رکوع میں اللہ رب العزت نے انسان سے متعلقہ چند سوالات کا جواب دیا ہے۔

- ① انسان کو اللہ رب العزت نے اپنی فرماں برداری اور نافرمانی کا اختیار دے کر زمین پر بھیجا ہے اور اس پر واضح کر دیا ہے کہ فرماں برداری کی صورت میں اسے جنت کی بے شمار نعمتوں سے نوازا جائے گا اور نافرمانی کی صورت میں اسے جہنم کی آگ کا ایندھن بنایا جائے گا۔ ان معنوں میں وہ اللہ تعالیٰ کی ایک با اختیار نمائندہ مخلوق ہے۔
- ② انسان کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کا مشاہدہ اور غور و خوض کر کے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے جب کہ فرشتوں کے پاس یہ صلاحیت نہیں۔ انسان کی یہ خوبی فرشتوں پر واضح کی گئی اور ان سے اس کی عظمت کا اعتراف کروایا گیا۔
- ③ انسان کے امتحان کے لئے ابلیس کو اس کا دشمن بنایا گیا اور اسے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرنے کی قوت عطا کی گئی۔ اب شیطان کی پوری کوشش ہے کہ وہ اس کو مجھو ملائکہ کے اعزاز سے محروم کرے۔ جب کہ انسان کو پوری

قوت دی گئی کہ وہ اس شیطان کے وسوسوں کا مقابلہ کرے۔ ایلیس صرف وسوسہ پیدا کر سکتا ہے گمراہ کرنے کے لئے انسان پر جبر نہیں کر سکتا۔

- ④ انسان کے متعلق تحریف شدہ مسیحیت کا یہ فلسفہ کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار پیدا ہوتا ہے غلط، غیر فطری اور بے بنیاد ہے۔ جب کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق آدم علیہ السلام سے جو غلطی ہوئی، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگ لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں معاف فرمادیا۔ وہ گناہ وہیں معاف ہو گیا تھا۔ نسل در نسل ہر انسان میں منتقل ہوتا نہیں چلا آ رہا ہے۔
- ⑤ انسان کے متعلق یہ کہنا کہ اس کے گناہوں کا کفارہ عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑھ کر، کر دیا تھا، یہ بھی ایک باطل اور غیر فطری مسیحی فلسفہ ہے بلکہ انسان سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کی معافی کا طریقہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی طرح اس پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کیا جائے اور اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے۔
- ⑥ یہ کہنا کہ گناہوں کی معافی کے لئے کسی ہستی کا واسطہ اور وسیلہ ضروری ہے اور اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل نہیں کی جاسکتی اور یہ کہ آدم علیہ السلام نے بھی جب تک چند مقدس ہستیوں کا سہارا نہیں لیا، ان کا گناہ معاف نہیں ہوا..... اس طرح کے تمام افسانے مسیحیت سے متاثر ہو کر تراشے گئے۔ ان کا اسلام کی فطری تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔
- ⑦ انسان مرنے کے بعد اللہ کے پاس چلا جاتا ہے جہاں اس کا حساب و کتاب ہوگا اور اس کے مطابق اس کے انجام اور مستقبل کا تعین ہوگا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

وَ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	وَ	كَذَّبُوا	بِآيَاتِنَا
اور	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	اور	انہوں نے تکذیب کی	کی + آیات + ہمارا
حرف عطف	اسم موصول جمع	فعل ماضی + فاعل	حرف عطف	فعل ماضی + فاعل	حرف جر + مجرور مضاف + مضاف الیہ

أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ {39}

أُولَئِكَ	أَصْحَابُ	النَّارِ	هُم	فِيهَا	خَالِدُونَ
وہ	والے	آگ	وہ	میں + اس	بیشد رہنے والے
اسم اشارہ (مبتدا)	(خبر) مضاف	مضاف الیہ	ضمیر جمع مذکر، مبتدا	حرف جر + مجرور، ضمیر واحد مؤنث	خَالِدٌ کی جمع، خبر

بامعاورہ ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور انہوں نے ہماری آیات (یعنی ہمارے احکامات و قوانین) کی تکذیب کی وہ (جہنم کی) آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لغوی نکات:

كذَّبُوا {ك ذ ب} باب تفعیل سے فعل ماضی جمع مذکر غائب (جھٹلانا، تکذیب کرنا)
 أَصْحَابُ النَّاسِ مرکب اضافی۔ اُوذِيكَ کی خبر ہے۔ (آگ والے) یعنی آگ میں داخل ہونے والے۔
تفسیری نکات: جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ کی آیات کی تکذیب کی تو ایسے بد نصیب لوگ جہنم میں جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرنی چاہئے تاکہ جنت میں با آسانی داخل مل سکے اور آگ سے بچا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِی الَّتِیْ اَنْعَمْتُ

يَا	بِنِي	اِسْرٰٓءِیْلُ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِی	الَّتِیْ	اَنْعَمْتُ
اے	بیٹو	اسرائیل (یعقوب ﷺ کے)	تم یاد کرو	نعت	جو	انعام میں نے کی
حرف ندا	مناذی مضاف	مضاف الیہ	فعل امر جمع مذکر	(مفعول) مضاف	اسم موصول (مونث)	فعل ماضی + فاعل

عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْٓ اَوْفٍ

عَلَى	كُم	وَ	اَوْفُوا	بِ	عَهْدِيْ	اَوْفٍ
اوپر	تمہارے	اور	تم پورا کرو	کو	عہد	میں پورا کروں گا
حرف جر	مجرور	حرف عطف	فعل امر جمع	حرف جار	مجرور مضاف	فعل مضارع واحد متکلم مجزوم

بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَاَسْهَبُوْنَ {40}

بِ	عَهْدِكُمْ	وَ	اِيَّايَ	فَ	اَسْهَبُوْنَ	نِ
کو	عہد	اور	مجھ ہی سے	تو	تم ڈرو	مجھ سے
حرف جار	مجرور مضاف	حرف عطف	ضمیر منفصل مفعول بہ	عاطفہ	فعل امر جمع مذکر	نون وقایہ مفعول بہ

بامحاورہ ترجمہ: اے بنی اسرائیل! تم میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تم میرے یعنی مجھ سے کئے گئے عہد کو پورا کرو میں تمہارے یعنی تم سے کئے گئے عہد کو پورا کروں گا اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

لغوی نکات:

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءِیْلُ يَا + بِنِي + اِسْمُ اَيْتِل، اِبْنِ كِي جمع اَبْنَاءُ (جمع سالم) بھی استعمال ہوتی ہے اور بَنُوْنَ (جمع مکسر) بھی۔ بَنُوْنَ حالت

قرآن مجید کی لغوی تشریح

رُفِی اور اس کی حالت نصب بَدِیْن ہے اور مضاف ہونے کی وجہ سے اس کے آخر سے جمع کا نون گر گیا تو یَنِی رہ گیا۔
زیر نظر آیت میں اسی لئے یَنِی استعمال ہوا۔ حالت نصب منازلی مضاف ہونے کی وجہ سے ہے۔

إِیَّایَ فَاَرْهَبُوْنَ إِیَّایَ مفعول مقدم اور ن مفعول موخر کی وجہ سے اس میں (حصر در حصر) کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ترجمہ ہوگا ”تم صرف مجھ ہی سے ڈرو“۔

تفسیری نکات: اس رکوع سے بنی اسرائیل کی تاریخ کا تفصیلی تذکرہ شروع ہو رہا ہے۔ چونکہ امت مسلمہ سے قبل بنی اسرائیل ہی اقوام عالم کی قیادت و سیادت کے منصب پر فائز تھے اس لئے ان کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا تاکہ ان کی جگہ فائز ہونے والوں کو متنبہ کیا جاسکے کہ انہیں کون سے جرائم سے اپنا دامن بچانا ہے تاکہ وہ اللہ کے غیظ و غضب سے محفوظ رہیں۔
أَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ کہہ کر ان کو واضح کیا گیا ہے کہ جن نعمتوں سے تمہیں نوازا گیا وہ تمہارا ذاتی یا خاندانی استحقاق نہیں تھا بلکہ میں نے اپنے خاص فضل سے تمہیں وہ نعمتیں عطا کی تھیں۔

وَ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

و	اٰمِنُوْا	بِ	مَا	اَنْزَلْتُ	مُصَدِّقًا	لِّ	مَا	مَعَكُمْ
اور	تم ایمان لاؤ	ساتھ/ اس پر	جو	میں نے نازل کیا	تصدیق کرنی والا	اُس کی	جو	ساتھ/ پاس تمہارے
حرف عطف	فعل امر	حرف جر	موصولہ	فعل ماضی واحد متکلم	حال	حرف جر	موصولہ	مضاف الیہ

وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ کٰفِرٍۭ بِهٖ ۗ وَلَا

و	لَا	تَكُوْنُوْا	اَوَّلَ	کٰفِرٍۭ	بِ	اَسْ	و	لَا
اور	نہ	تم ہو جاؤ	سب سے پہلے	انکار کرنے والے	ساتھ/ کا	اس کے	اور	نہ
حرف عطف	حرف نہی	فعل نہی + ام	تکونوا کی خبر مضاف	مضاف الیہ	حرف جر	مجرور	حرف عطف	حرف نہی

تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ سَمًا قَبِيْلًا ۗ وَاٰیٰی فَاَتَّقُوْنَ {41}

تَشْتَرُوْا	بِ	اٰیٰتِیْ	سَمًا	قَبِيْلًا	و	اٰیٰی	فَاَتَّقُوْنَ	نِ
تم لو	بدلے	آیات	میری کے	قیمت	اور	مجھ ہی سے	تو	تم ڈرو
فعل نہی	حرف جار	مضاف	مضاف الیہ	مفعول موصوف	حرف عطف	مفعول	فعل امر جمع	مفعول

بامعاورہ ترجمہ: اور تم اس پہ ایمان لاؤ جو میں نے نازل کیا، وہ (قرآن) اس (پیغام تورات) کی تصدیق کرنے والا ہے جو

تمہارے پاس ہے اور تم اس (کتاب) کے ساتھ پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اور تم میری آیات کو کم قیمت پر مت بیچو (یعنی میری آیات کے بدلے میں حقیر مفادات مت حاصل کرو) اور تم صرف مجھ سے ہی ڈرو۔

لغوی نکات:

مُصَدِّقًا باب تفعیل سے اسم فاعل، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (تصدیق کرنے والا)

أَوَّلَ كَافِرٍ مرکب اضافی اور أَوَّلٌ۔ لَا تَكْفُرُوا کی خبر ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ (پہلے کفر کرنے والے)

إِيَّايَ ضمیر منصوب فَاتَّقُونَ کا مفعول مقدم ہے۔ فَاتَّقُونَ، فعل امر جمع مذکر + بِنِ فِعْلٍ نُمْبَر 2۔ (ڈرنا)

تفسیری نکات: مُصَدِّقًا سے مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی نئی دعوت نہیں بلکہ اسی کا تسلسل ہے جو دعوت شروع سے انبیائے کرام کی چلی آ رہی ہے۔ نیز اس کتاب پر ایمان لانے میں ہی تورات وغیرہ میں موجود پیش گوئیوں کی تصدیق ہے ورنہ ان تمام آیات کی تکذیب لازم آئے گی۔

رَهْبٌ صرف کسی کی عظمت و ہیبت سے ڈرنے کو کہا جاتا ہے جب کہ تقویٰ میں اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب بھی۔ چنانچہ فَاتَّقُونَ کا ترجمہ ہوگا ”تم مجھ ہی سے ڈرو اور میری نافرمانی سے بچو“۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ

وَلَا	تَلْبِسُوا	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَ	تَكْتُمُوا	الْحَقَّ
اور	تم خلط ملط کرو	سچ کو	ساتھ	اور	تم (نہ) چھپاؤ	سچ کو
حرف عطف	فعل نہی	مفعول بہ	حرف جار	حرف عطف	فعل نہی	مفعول بہ

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ {42}

وَأَنْتُمْ	تَعْلَمُونَ
تم	جانتے ہو
ضمیر مخاطب جمع	مضارع معلوم جمع مذکر مخاطب

بامعاورہ ترجمہ: اور تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ ہی تم سچ کو چھپاؤ۔ اس لئے کہ تم جانتے ہو..... (کہ یہ کتمان حق اور تلبیس حق جرم عظیم ہے)

لغوی نکات:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَلَا تَلْبِسُوا یہ فعل نہی ہے اصل میں تَلْبِسُونَ تھا، لَا ناہیہ کے دخول سے فعل کے آخر سے نگر گیا۔ معنی

اس کا ہے اور تم نہ خلط ملط کرو + اَلْحَقُّ: سچ کو + بِالْبَاطِلِ: باطل کے ساتھ، یعنی حق کو باطل کے ساتھ اور واضح کو مخفی کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔ کَبَسٌ کا ایک معنی تعطیہ بمعنی ڈھانپنا بھی کرتے ہیں، یعنی حق کو باطل کے ساتھ مت ڈھانپو لیکن پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔

تفسیری نکات: اس آیت میں یہودی علماء کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم اس گندی حرکت سے باز آ جاؤ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف صحیح بتاؤ اور اس پر خود بھی عمل کرو اور کتمان حق کا شکار ہو کر لوگوں کو گمراہ کر کے تم خود اور وہ لوگ جہنم کا ایندھن نہ بنو حالانکہ تم کو معلوم بھی ہے کہ کتمان حق بہت بڑا جرم ہے۔ یہی خطاب تمام اہل علم کو بھی ہے کہ وہ بھی حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط یا کتمان حق نہ کریں۔

وَاقْبِئُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

وَ	اقْبِئُوا	وَ	الصَّلَاةَ	وَ	الزَّكَاةَ
اور	تم قائم کرو	اور	نماز کو	تم دو	زکوٰۃ کو
حرف عطف	فعل امر جمع مذکر	حرف عطف	مفعول بہ	فعل امر جمع مذکر	مفعول بہ

وَأَرْكَعُوا مَعَ الرَّكْعَيْنِ {43}

وَ	أَرْكَعُوا	مَعَ	الرَّكْعَيْنِ
اور	تم رکوع کرو	ساتھ	رکوع کر نیوالوں کے
حرف عطف	فعل امر جمع مذکر	مضاف	مضاف الیہ۔ اسم فاعل

بامحاورہ ترجمہ: اور (اے اہل ایمان) تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

لغوی نکات:

{رکع} باب (ف) سے فعل امر جمع مذکر (رکوع کرنا)

{رکع} باب (ف) سے اسم فاعل جمع مذکر حالت جری مضاف الیہ (رکوع کرنے والے)

تفسیری نکات: اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں پر نماز فرض ہے، اس میں سستی نہ کریں بلکہ ہر نماز کو باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ وارکعوا مَعَ الرَّكْعَيْنِ کا یہی معنی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض ہے، ہاں کبھی شرعی عذر کی وجہ سے جماعت رہ جائے تو یہ الگ بات ہے اور ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اگر ایک مسلمان صاحب استطاعت ہو تو وہ زکوٰۃ بھی ادا کرے، یہ بھی نماز کی طرح فرض ہے۔

آتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ

آتَأْمُرُونَ	نَّاسَ	بِالْبِرِّ	وَ	تَنْسَوْنَ
حکم دیتے ہو تم	لوگوں کو	ساتھ نیکی کے	اور	بھول جاتے ہو تم
فعل مضارع جمع مذکر مخاطب + فاعل	مفعول	حرف جار	حرف عطف	مضارع مخاطب

أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ

أَنْفُسَكُمْ	وَأَنْتُمْ	تَتْلُونَ	الْكِتَابَ
جانوں کو + اپنی	اس حال	پڑھتے ہو	کتاب کو
مفعول - مضاف + مضاف الیہ	حالیہ	مضارع جمع مذکر مخاطب	مفعول

أَفَلَا تَعْقِلُونَ {44}

أَفَلَا تَعْقِلُونَ	فَ + لَا	آ
عقل رکھتے تم	پس + نہیں	کیا
مضارع جمع مذکر مخاطب	عاطفہ + حرف نہی	استفہام انکاری

بامحاورہ ترجمہ: کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور خود اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو۔ اس حال میں کہ تم کتاب (الہی) کی تلاوت کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

لغوی نکات:

آتَأْمُرُونَ + **تَأْمُرُونَ** ہمزہ استفہام کے لئے ہے، (کیا) **تَأْمُرُونَ** {آ م ر} باب (ن) **أَمَرَ**، **يَأْمُرُ** سے مضارع معروف جمع مذکر مخاطب (حکم دینا)

بِالْبِرِّ + **الْبِرِّ** بربکسما الباء {ب ر} باب (س) **بَرَّ** بَرَّو سے مصدر مجرور (مرکب جاری) ہر قسم کی نیکی خواہ وہ اعتقادی ہو یا عملی، **بِرِّ** **الْبِرِّ** ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا اور اگر ب پر زبر ہو تو کبھی اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ہوگا جس طرح فرمایا: **إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ** اور کبھی خشکی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس طرح فرمایا: **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** سمندر اور خشکی میں فساد ظاہر ہو گیا۔

وَتَنْسَوْنَ {ن س ی} باب (س) **نَسِيَ** نَسِيَ سے مضارع جمع مذکر مخاطب ہے۔ اصل میں **تَنْسَوْنَ** تھا واؤ کے ضمہ کو حذف کر کے پھر ایک واؤ کو گرایا، **تَنْسَوْنَ** رہ گیا، (بھول جانا) امام شوکانی رقم طراز ہیں نسیان اصل میں ذکر و حفظ کا عکس

ہوتا ہے یعنی وہ صورت جو حافظہ میں موجود تھی وہ زائل ہو جائے (فتح القدیر، شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

أَنْفُسُ + كُمْ: نفس کی جمع انفس آتی ہے، کُم ضمیر مخاطب ہے، مرکب اضافی، تَنْسُونَ کا مفعول بتا ہے۔ (اپنی جانوں کو) تَنْسُونَ {ت ل و} {ن تلی، یَنْسُونَ، تَلَاوَةً، مضارع جمع مذکر مخاطب، اصل میں اس کا معنی ہے پیروی کرنا، دوسرا معنی اس کا قرأت کرنا۔ پڑھنا ہے اور یہاں پر یہی معنی مراد ہے اور قاری آیات کو ایک کو دوسری کے بعد تلاوت کرتا ہے۔ اس لئے اس کو تالی بھی کہتے ہیں اور لفظ تلاوت۔ آسانی کتب سے مخصوص ہے۔

الْكِتَابِ {ک ت ب} باب (ن) كَتَبَ يَكْتُبُ سے مصدر (مفعول) (مخصوص کتاب تورات ہے) عَقَلَ {ع ق ل} باب (ض) عَقَلَ، يَعْقُلُ سے مضارع جمع مذکر مخاطب ہے، عقل اصل میں منع کو کہتے ہیں، کیونکہ عقل انسان کو قبح فعل کے ارتکاب سے منع کرتی ہے۔ عقل اس رسی کو بھی کہتے ہیں جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے کیونکہ وہ رسی اونٹ کو بھاگنے سے روکتی ہے۔ دیت کو بھی عقل کہتے ہیں جو کہ قاتل مقتول کے اولیاء کو قصاص کے بدلے میں دیتے ہیں اور اس کو قصاص سے منع کرتی ہے۔ عقل بے وقوفی کی عکس ہے۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء اہل الکتاب (یہود و نصاریٰ) کو بالخصوص اور امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوة و التسلیم کے علماء و صلحاء کو بالعموم، ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، نماز پڑھو، روزے رکھو اور دیگر افعال خیر سرانجام دو، لیکن تمہیں خود ان نیکی کے کاموں کی طرف کوئی رغبت نہیں۔ اپنے نفسوں کو اس پر آمادہ نہیں کرتے۔ یہ کام (تضاد والا) حماقت و کم عقلی پر دلالت کرتا ہے۔ درحقیقت انسان کسی کو امر خیر کی طرف دعوت دینے سے پہلے وہ خود عمل کر کے دکھائے۔ اپنا عملی نمونہ پیش کرے۔ تو میں اپنے قائد کی حرکات کی طرف توجہ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو مزید دوسری جگہ نکھار کر بیان فرماتے ہیں۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ یہ بات اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانے کے اعتبار سے بڑی ہے کہ تم لوگوں کو وہ کہو جو خود نہیں کرتے۔ دراصل یہود اپنے ساتھیوں کو کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور اقامت صلاۃ و صوم یہ نیکی کے کام ہیں، ان کو کرنا چاہئے۔ لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ وہ کتاب (تورات) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے متعلق پڑھتے تھے۔ لیکن اپنی زبانوں سے اعتراف نہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کو ڈانٹ پلائی کہ تمہیں علم ہونے کے باوجود پھر اس پر عمل نہیں کرتے۔ کیا تمہارے اندر عقل، نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

فِي الْكِتَابِ لَفْظُ الْكِتَابِ سَعْرَاد (اہل کتاب) کی بہ نسبت تورات و انجیل اور بہ نسبت مسلمانوں کے قرآن ہے۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ط

وَ	اسْتَعِينُوا	بِ	الصَّبْرِ	وَ	الصَّلَاةِ
اور	مدد طلب کرو تم	ساتھ	صبر کے	اور	نماز کے
حرف عطف	فعل امر جمع مذکر	حرف جار	مجرور، معطوف علیہ	حرف عطف	مجرور (معطوف)

وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَشَعِيْنَ {45}

وَ	اِنَّ	هَا	لَكَبِيْرَةٌ	اِلَّا	عَلَى	الْخَشَعِيْنَ
اور	بے شک	وہ (نماز)	البتہ بہت بڑی ہے	مگر	اوپر	ڈرنے والوں کے
حرف عطف	حرف مشبہ بالفعل	ضمیر تانیث اسم اِنَّ	ل تاکید + خبر اِنَّ	حرف استثنا	جار	مجرور اسم الفاعل باب (فتح)

بامحاورہ ترجمہ: اور مدد طلب کرو تم صبر اور نماز کے ساتھ اور بے شک وہ نماز البتہ بہت بڑی (بھاری) ہے مگر ڈرنے والوں پر (ان کے لئے یہ نماز بڑی مشکل نہیں ہے بلکہ آسان ہے)

لغوی نکات:

اِسْتَعِيْنُوْا {ع و ن} باب استفعال اِسْتَعَانَ، يَسْتَعِيْنُ سے فعل امر جمع مذکر حاضر، اِسْتَعِيْنُوْا اصل میں اِسْتَعِيْنُوْا تھا واؤ پر کسرہ تھا وہ ما قبل (ع) کو دے کر واؤ کو ی سے بدل دیا، اِسْتَعِيْنُوْا ہو گیا (مدد طلب کرو)۔

بِالصَّبْرِ ب + الصَّبْرُ {ص ب ر} باب (ض) صَبَرًا يَصْبِرُ سے مصدر، مرکب جاری، صبر کا لغوی معنی ہے روکنا، یعنی اپنے آپ کو غلط شہوات یا شریعت کی نافرمانی سے روکنا اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر اپنے آپ کو باندھنا، نماز وغیرہ کے ذریعے سے، اس طرح مشکلات پر صبر کرنا، آہ و گریہ زاری نہ کرنا۔

الصَّلٰوةِ {ص ل و} باب تفعیل، صَلَّى، يُصَلِّي، سے اسم مصدر ہے۔ اگر اس صلاۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو رحمت کے معنی میں ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صَلَّى، يُصَلُّوْا سے نکلا ہوا ہے۔ کمر کے درمیانی حصہ کو صلاۃ کہتے ہیں کیونکہ نمازی اپنی کمر کو رکوع میں جھکاتا ہے اور الصَّلٰوة کو شرع میں مخصوص عبادت کو مخصوص ارکان سنن و واجبات محدود اوقات میں ادا کرنے کا نام ہے۔

اِنَّهَا اِنَّ + هَا: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هَا ضمیر مؤنث اس کا اسم ہے۔ یہ ضمیر تانیث صلاۃ کی طرف لوٹ رہی ہے یا صبر اور نماز دونوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس شکل میں صبر و صلاۃ دونوں کو عبادت کی تاویل میں لے کر ضمیر کو اس کی طرف لوٹائیں گے۔ (یقیناً وہ عبادت یا نماز)

لَكَبِيْرَةٌ ل + كَبِيْرَةٌ تاکید کے لئے ہے اور كَبِيْرَةٌ فَعِيْلَةٌ کے وزن پر {ك ب ر} باب (ك) سے صفت مشبہ ہے۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے جو ل کے ساتھ مؤکدہ ہے، (بہت بھاری)

عَلَى الْخَشَعِيْنَ مرکب جاری۔ الْخَشَعِيْنَ {خ ش ع} باب (ف) خَشَعًا يَخْشَعُ سے اسم فاعل جمع، حالت جبر، ڈرنا، عاجزی کرنا، علامہ زجاج کہتے ہیں کہ خاشع وہ ہوتا ہے جس پر ذلت کے آثار واضح ہوں۔

سفیان ثوری نے اعش سے خشوع کے بارے میں پوچھا تو اعش نے کہا کہ اے ثوری تم لوگوں کے امام بنے ہوئے ہو

اور تمہیں خشوع کا پتہ نہیں ہے۔ پھر کہا کہ خشوع یہ نہیں ہے کہ کھردرا کھانا کھا لینا اور کھردرا لباس پہننا بلکہ خشوع یہ ہے کہ تمام فرائض جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر فرض کئے ہیں، ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور ان کو صحیح طریقے سے بجالانا۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ خشوع نفس میں ایک ہیئت کا نام ہے جس سے اعضاء میں سکون اور تواضع ظاہر ہو۔

تفسیری نکات: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابن جریر کا خیال ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے علماء یہود و نصاریٰ اپنے نفسوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر باندھنے کے ساتھ ساتھ اور اقامت صلوٰۃ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو لیکن ابن کثیر کے ہاں یہ آیت تمام انسانوں کے لئے عام ہے۔ قرآن نے استعانت کا عظیم ترین اصول (الصبو الصلاۃ) کو قرار دیا ہے۔ صبر یہ ہے کہ اصول حقہ پر مضبوطی سے قائم رہے کہ کوئی طاقت اس کے ارادہ میں جنبش نہ پیدا کر سکے اور الصلاۃ کلی طور پر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے کا نام ہے کہ ہر لمحہ اور ہر وقت اس کی طرف دھیان رہے کہ کوئی وقت اس کی یاد سے غفلت میں نہ گزرے۔ دین و دنیا کی کامیابی کے یہی دو بڑے اصول ہیں۔ (صبر و صلوٰۃ)

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا

الَّذِينَ	يَظُنُّونَ	أَنَّ + هُمْ	مُلْقُوا
وہ لوگ	جو یقین کرتے ہیں	کہ بے شک + وہ	ملاقات کر نیوالے ہیں
اسم موصول الذی کی جمع	مضارع معلوم (ن)	حرف مشبہ بالفعل + ضمیر جمع آن کا اسم	اسم فاعل جمع مضاف (ان کی خبر) اسم فاعل مضاف

رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ {46}

رَبِّ + هُمْ	وَ	أَنَّ + هُمْ	إِلَى + هِ	رَاجِعُونَ
رب + اپنے سے	اور	بے شک + وہ	طرف + اسکی	لوٹنے والے ہیں
مضاف مضاف الیہ + مضاف الیہ	حرف عطف	حرف مشبہ بالفعل + ضمیر جمع اسم آن	جار + مجرور	اسم فاعل (ض) جمع مذکر

بامعاورہ ترجمہ: وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کو ملنے والے ہیں اور بے شک وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

لغوی نکات:

{ظان ن} باب (ن) ظَنَّ، يُظُنُّ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب، ظَنَّ کبھی یہ گمان کے معنی میں آتا ہے اور کبھی یقین کے معنی میں۔ علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کسی چیز کی علامت سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اس کو ظَنَّ کہتے ہیں جب یہ علامات قوی ہوں تو یقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اگر بہت ضعیف ہوں تو یہ نتیجتاً وہم کی حد سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔

قرآن مجید کی لغوی تشریح

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ ظَنَّ اس جگہ جمہور کے ہاں یقین کے معنی میں آیا ہے اور اصل ظَنَّ شک کے معنی میں بھی آتا ہے۔ فتح القدر۔

مُلَقَّوْا رَٰہِہُمْ مرکب اضافی مُلَقَّوْا + رَہِہُمْ {ل ق ی} باب (مفاعله)، لاقنی یُلاقِ سے اسم فاعل جمع مذکر مضاف، مُلَقَّوْا اصل میں مُلَقَّیُونَ تھای کا ضمہ ماقبل کو دے کر ی کو گرا دیا اور پھر رَہِہُمْ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ن گر گیا، مُلَقَّوْا رَہِہُمْ ملاقات کرنا، آمنے سامنے ہونا، باہم ملنا، یُوْمُ التَّلَاقِ، ملاقات کا دن مراد قیامت کا دن۔

تفسیری نکات: سابقہ آیت میں صبر و صلوة کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا اور ان دونوں کے ذریعے استعانت کرنے والوں کی نشاندہی فرمائی ہے اور اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روز قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر یقین رکھتے ہیں۔ وہاں ہی اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اس لئے دنیا میں احکام رب العالمین پر عمل پیرا ہونا چاہئے تاکہ یوم آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچ سکیں اور فلاحِ آخرت نصیب ہو۔

یٰۤاِبْنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیْ

یا	بِنِیْ	اِسْرَآءِیْلَ	اَذْكُرُوْا	نِعْمَتِیْ
اے	بیٹو	اسرائیل (یعقوبؑ) کے	یاد کرو تم	نعمت + میری کو
حرف ندا	(منادی) مضاف	مضاف الیہ	فعل امر حاضر جمع مذکر (ن)	(مفعول) مضاف + مضاف الیہ

الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاٰنِیْ

الَّتِیْ	اَنْعَمْتُ	عَلَیْكُمْ	وَ	اٰنِیْ
وہ جو	انعام کی میں نے	اوپر + تمہارے	اور	بے شک + میں نے
اسم موصول	فعل ماضی، فاعل	جار + مجرور	حرف عطف	حرف مشبہ بالفعل + اسم إن

فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ {47}

فَضَّلْتُكُمْ	عَلَی	الْعَالَمِیْنَ
فضیلت دی میں نے + تم کو	اوپر	تمام جہانوں کے
فعل ماضی، فاعل + مفعول	جر	مجرور عالم کی جمع

بامحاورہ ترجمہ: اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہے اور بے شک میں نے تم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

لغوی نکات:

یَا یہ دراصل حرف ندا ہے اس کا منادی اگر مضاف نہ ہو تو وہ بنی علی الصم ہوتا ہے۔ مثلاً یَا زَیْدُ یعنی منادی کے آخر میں پیش ہوتی ہے اور اگر وہ کسی چیز کی طرف مضاف ہو تو زبر ہوتی ہے اور اس کا مَا بَعْدُ مجرور بلا ضافت ہوتا ہے۔ جیسے یَا عَبْدَ اللَّهِ، یَا بَنِي إِسْرَائِيلَ۔

یٰبَنِي یہ اصل میں یٰبَنِيْنِ حالت نصبی میں ہے اور آگے اسرائیل کی طرف مضاف ہو رہا ہے، اسی وجہ سے اس سے (ن) گر گیا ہے، بنی رہ گیا ہے۔ بَنُوْنَ رفعی حالت اور یٰبَنِيْنِ نصبی جری حالت اس کا مفرد اِبْنُ ہے اور اِبْنِیْنِ کی جمع اِبْنَاءُ ہے جس طرح قرآن میں ہے قَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ اٰیْتَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗهُ۔ اسی طرح اس (ابن) کی جمع بَنُوْنَ حالت رفعی بھی آتی ہے جس طرح فرمایا اَلنَّسَاءُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

یٰسِرَآءِیْلَ یہ یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ یہ اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے بیٹے تھے۔ اسرائیل عبرانی لفظ ہے، اِسْرَآءِیْلَ بمعنی عبد کے ہیں۔ اِسْرَآءِیْلَ بمعنی قیدی کے۔ اسی سے اسیر بمعنی قیدی ہے کیونکہ غلام بھی قیدی ہی ہوتا ہے اور اِسْرَآءِیْلَ بمعنی اللہ ہوتا ہے، معنی یہ ہوا ”اللہ کا بندہ“۔

یٰدُكُرُوْا یہ باب (ن) ذَكَرَ یَذْكُرُ سے امر حاضر۔ جمع مذکر حاضر ہے (یاد کرو تم)۔

نِعْمَتِیْ نِعْمَةٌ + مئی مرکب اضافی، نِعْمَةٌ کی جمع نِعَمٌ آتی ہے، نِعَمٌ اللّٰهُ كَثِيْرَةٌ، اللّٰهُ کی نعمتیں بے شمار ہیں، حالت نصبی۔ مفعول بتا ہے۔ (میری نعمت کو)

اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ اَنْعَمْتُ + عَلَیْ + كُمْ۔ اَنْعَمْتُ، باب افعال اَنْعَمَ يُنْعِمُ اِنْعَامًا۔ ماضی واحد متکلم ہے۔ عَلَیْ + كُمْ جار مجرور اَنْعَمْتُ کے متعلق ہے۔ نعت کا معنی (احسان، رزق وغیرہ عطا کرنا)۔

فَضَّلْتُكُمْ فَضَّلْتُ + كُمْ، {ف ض ل} باب تفعیل، فَضَّلَ، يُفَضِّلُ، تَفَضَّلَ، ماضی معلوم، واحد متکلم كُمْ۔ یہ فَضَّلْتُ کو مفعول بتا ہے۔ (ترجیح دینا)۔

اَلْعٰلَمِیْنَ لام پر زبر، عَالَمٌ کی جمع سالم، عَالَمِیْنَ ہے، نصبی جری حالت ی ن کے ساتھ، ساری مخلوق ماسوائے اللہ، جمع مکرر عَوَالِمٌ ہے اور اگر عَالِمٌ لام پر زیر ہو تو باب (س) سے اسم فاعل بمعنی علم رکھنے والا، اس کی جمع عَالِمِیُونَ ہے۔

تفسیری نکات: پچھلے رکوع کی ابتداء میں بنی اسرائیل کا تذکرہ شروع تھا اور اس کے بعد ان کی کئی ایک اخلاقی جرائم اور فرائض سے سبکدوشی کا تذکرہ چلا۔ یہاں پر پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو باخبر کیا اور یاد کرایا کہ میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہارے اوپر بارش کی طرح انعام کی ہیں۔ مَن و سَلَوٰی تم پر نازل کیا، بادلوں کا سایہ، تسلسل انبیاء علیہم السلام، سب سے بڑی نعمت فرعون کو سمندر میں غرق کرنا، جو سب سے بڑا تمہارا دشمن بنا ہوا تھا اور اس کے بعد میں نے تم کو روئے زمین پر بسنے والے انسانوں پر فضیلت دی حالانکہ ان کے اندر اس فضیلت کا استحقاق نہ تھا۔ صرف ان کے ہاں بہ نسبت دوسری اقوام کے معمولی توحید تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص فضل کیا تھا۔ لیکن یہ خاص فضل کے دھوکے میں آکر اپنے آپ کو اللہ کے مقرب سمجھنے لگے۔ بنی اسرائیل کو یاد کروانے کا

مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں پر بھی بے شمار نعمتیں ہیں سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کریں۔ اسی میں تمہاری دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز ہے۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ

وَاتَّقُوا	يَوْمًا	لَا	تَجْزِي	نَفْسٌ	عَنْ	نَفْسٍ
اور	(اس) دن (سے)	نہ	کفایت کرے گی	کوئی جان	سے	کسی جان
عاطفہ	مفعول ظرف زمان	نافیہ	فعل مضارع	فاعل	حرف جار	مجرور

شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ

شَيْئًا	وَلَا	يُقْبَلُ	مِنْهَا	شَفَاعَةٌ	وَلَا	يُؤْخَذُ
کچھ	اور	قبول کیا جائے گا	سے + اس	کوئی سفارش	اور	لیا جائے گا
مفعول	عاطفہ	فعل مضارع مجہول	حرف جار + مجرور	نائب فاعل	حرف عطف	مضارع مجہول

{48} مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ

مِنْهَا	عَدْلٌ	وَلَا	هُمْ	يُنْصَرُونَ
سے + اس	بدلہ	اور	وہ	مدد کئے جائیں گے
جار + مجرور	نائب فاعل	حرف عطف	ضمیر جمع غائب (مبتدا)	مضارع مجہول جمع مذکر غائب (خبر)

بامحاورہ ترجمہ: اور ڈرو تم اس دن سے کہ نہ کفایت کرے گی کوئی جان کسی جان سے اور نہ اس کی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

لغوی نکات:

اتَّقُوا {وقی} باب افتعال، اتَّقَى يَتَّقَى سے فعل امر جمع مذکر، معنی ہے ڈر جاؤ تم، بچ جاؤ، پرہیز کرو (گناہوں سے) لازم سے وُقِي، يَتَّقَى، وقایۃ استعمال ہوتا ہے، حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا۔

يَوْمًا ظرف زمان ہے جو 24 گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ مفرد ہے، اس کی جمع آیاتہ آتی ہے۔ مفعول یا ظرف ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ (دن)

تَجْزِي {جزی} باب (ض) جَزَى يَجْزِي سے مضارع معلوم واحد مونث غائب (کفایت کرنا)

قرآن مجید کی لغوی تشریح

نَفْسٌ یہ مؤنث سماعی ہے، اس کی جمع **أَنْفُسٌ** اور **نَفُوسٌ** آتی ہے۔ جان، روح کو بھی نفس کہتے ہیں۔ **خَرَجَتْ نَفْسُهُ**، اس کی روح پرواز کر گئی، کبھی نظر بد کو بھی نفس کہتے ہیں۔ **أَصَابَتْهُ نَفْسٌ**، اس کو نظر بد لگی ہوئی ہے۔

شَيْئًا یہ مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے یا محذوف مصدر کی صفت بن رہا ہے۔ **أَيَّ جَزَاءً، حَقِيْبًا**، اس کی تکلیف تخفیر کے لئے ہے۔

لَا يُقْبَلُ {ق ب ل} باب (س) **قَبِلَ، يَقْبَلُ، قَبُولًا، وَقَبُولًا** سے مضارع مجہول منفی (قبول نہ کیا جائے گا)

{ش ف ع} باب (ف) **شَفَعَ يَشْفَعُ** کا مصدر، نائب فاعل ہے (سفارش کرنا)

{ع د ل} باب (ض) **عَدَلَ يَعْدِلُ** سے مصدر (نائب فاعل) (فدیہ، معاوضہ)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ متنہ پر فرما رہے ہیں کہ اس دن سے بچ جاؤ جس دن کوئی جان کسی جان سے کفایت نہ کرے گی۔ ہر ایک کو اپنی جان کی فکر لاحق ہوگی۔ انتہائی قریبی رشتہ دار بھی ایک دوسرے سے بھاگیں گے اور نہ وہاں کسی کی سفارش قابل قبول ہوگی اور نہ کسی قسم کا فدیہ وغیرہ کام آئے گا اور نہ ہی ایک دوسرے کا تعاون کیا جائے گا۔ اس لئے دنیا میں ہی اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور اپنے ساتھ بہتر زاد راہ لے کر جائیں تاکہ آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچ جائیں اور جنت اور اللہ کی خوشنودی حاصل ہو۔

وَادِّ نَجِيْنِكُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ

وَ	اِذْ	نَجَّيْنَاكُمْ	مِّنْ	اٰلِ	فِرْعَوْنَ
اور	جب	نجات دی ہم نے + تم کو	سے	ال	فرعون
حرف عطف	ظرف زماں	فعل ماضی، فاعل + مفعول	حرف جر	مضاف	مضاف الیہ مجرور

يَسْؤُمُوْنَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُدَبِّحُوْنَ اَبْنَاءَكُمْ

يَسْؤُمُوْنَ	كُمْ	سُوءَ	الْعَذَابِ	يُدَبِّحُوْنَ	اَبْنَاءَكُمْ
چکھاتے تھے وہ	تم کو	برا	عذاب	ذبح کرتے تھے وہ	بیٹوں
فعل مضارع، فاعل (ن)	مفعول	مضاف	مضاف الیہ (مفعول)	فعل مضارع، فاعل	مضاف

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ

وَ	يَسْتَحْيُوْنَ	نِسَاءَكُمْ	وَ	فِيْ	ذٰلِكُمْ
اور	زندہ رکھتے تھے وہ	عورتیں + تمہاری کو	اور	میں	اس
حرف عطف	فعل مضارع فاعل	مضاف + مضاف الیہ مفعول	حرف عطف	حرف جر، خبر مقدم	(مجرور) ضمیر جمع مذکر

قرآن مجید کی لغوی تشریح

يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ يُذَبِّحُونَ {ذ ب ح} باب تفعیل، ذَبَّحَ يَذْبِحُ سے مضارع جمع مذکر غائب، يَسُومُونَكُمْ سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ یعنی اس عذاب کی نوعیت ذَبَّحَ الْأَوْلَادِ تھا۔ اصل ذبح کا معنی حیوان کے حلق کو کاٹنا ہے کیونکہ یہ باب تفعیل ہے جس میں تکثیر کا معنی پایا جاتا ہے کہ وہ تمہارے بیٹوں کو کثرت سے ذبح کرتے تھے۔ عورتوں کو خدمت کیلئے زندہ باقی رکھنا اور بچوں کو ذبح کر ڈالنا انتہائی ذلت و رسوائی کی بات ہے اور باعث عار بھی۔

بَلَاءٌ {ب ل و} باب (ن) بَلَى يَبْلُوُ سے مصدر، اس کی جمع بَلَايَا ہے، بمعنی آزمانا، امتحان لینا، تجربہ کرنا، ابتلاء خیر و شر دونوں سے ہوتا ہے۔ وَيَبْلُوَنَّكُمْ بِالْخَيْرِ وَالشَّرِّ فِئْتَةً، ہم تم کو سختی و بھلائی دونوں سے آزما تے ہیں۔ اس آیت میں اگر مراد ابتلاء بِالشَّرِّ ہے تو پھر ان کے بچوں کو ذبح کرنا یہ مراد ہے اور اگر ابتلاء بِالْخَيْرِ ہے تو پھر وہ نعمت جو اللہ نے فرعون اور اس کی آل کو غرق کر کے کی ہے۔ وہ مراد ہے۔

تفسیری نکات: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک بہت بڑی نعمت یاد دلائی ہے کہ ہم نے تم کو فرعون کے سخت ترین عذاب سے نجات دی۔ یوسف علیہ السلام اور انکا پورا خاندان مصر منتقل ہو کر چار سو سال میں ہر طرف پھیل گیا۔ آل فرعون کو انکے غلبہ سے اپنی ہلاکت کا خدشہ لاحق ہوا اور کسی نجومی نے بھی فرعون کو اس بنی اسرائیل کی نسل سے تباہی کا خطرہ ڈال دیا۔ بہر حال فرعون نے یہ ترکیب سوچی کہ انکی نسل کو ختم کرتے ہیں تو پھر اس نے آیت میں مذکورہ طریقہ اپنایا۔ فرعون کی ہلاکت بنی اسرائیل کیلئے بہت بڑی کامیابی اور باعث نعمت بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ اللہ کی نافرمانی سے بچ جاؤ۔ وگرنہ آخرت کا عذاب اس سے بھی سخت ہے۔ اس میں مسلمانوں کیلئے بھی اشارہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ انکی خلاف ورزی نہ کرو اور اسکے نقش قدم پر چل کر اللہ کی رضا حاصل کرو۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَ إِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ

وَ	فَرَقْنَا	بِ + كُمْ	الْبَحْرَ	فَ	أَنْجَيْنَا	كُمْ
اور	پھاڑا، ہم نے	ساتھ + تمہارے	سمندر	تو	نجات دی ہم نے	تم کو
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی جمع متکلم + فاعل	حرف جر + مجرور	مفعول	حرف عطف	فعل ماضی جمع متکلم فاعل

وَاعْرَفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ {50}

وَ	اعْرَفْنَا	آلَ	فِرْعَوْنَ	وَأَنْتُمْ	تَنْظُرُونَ
اور	غرق کیا ہم نے	آل	فرعون کو	اور + تم	دیکھ رہے تھے
حرف عطف	فعل ماضی جمع متکلم، فاعل	مضاف	مضاف الیہ (مفعول)	عطف + مبتدا	خبر۔ فعل مضارع۔ جمع مذکر مخاطب

بامحاورہ ترجمہ: اور (اس وقت کو یاد کرو اے بنی اسرائیل) جب ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا اور آل فرعون کو تمہارے دیکھتے دیکھتے غرق کر دیا۔

لغوی نکات:

{ف ر ق} باب (ض) فَرَقَ يَقْرِقُ سے فعل ماضی جمع متکلم اس کا معنی جدا کرنا، الگ الگ کرنا، پھاڑ دینا ہوتا ہے۔ اگر اس کے بعد اَلْبَحْرُ آئے تو پھر معنی سمندر کو پھاڑ دینا اور اگر اس کے بعد الشَّعْرُ (ش پر زبر) ہو تو پھر معنی بالوں میں مانگ نکالنا ہوتا ہے۔ اس سے فُرْقَان ہوتا ہے جس کا معنی حق و باطل میں فرق کرنے والا۔ فُرْقَان کتاب اللہ (قرآن) کا نام بھی ہے یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب۔ اسی طرح جنگ بدر کے دن کو بھی یوم الفرقان کہا گیا ہے یعنی حق و باطل کے درمیان ہونے والی جنگ۔ اسی سے فریق ہے ایک جماعت جو دوسری سے الگ ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی فاروق کہتے ہیں جس کا معنی ہے کہ پیچیدہ امور میں فیصلہ کرنے والا، حق و باطل میں فرق کرنے والا۔

بِكُمْ

بِ + كُمْ، یہاں پر ب، ل کے معنی میں ہے فرق کیا تمہارے لئے۔ عربی زبان میں حروف جارہ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں اور بعض علماء کے نزدیک ب سیبب ہے بسبب تمہارے۔ اَلْبَحْرُ۔ یہ واحد ہے اس کی جمع اَبْحُرٌ آتی ہے اور بُحُورٌ اور اَبْحَاذٌ بھی جمع آتی ہے، اس کا معنی سمندر، دریا ہوتا ہے۔ اصل معنی بحر کا وسیع ہونا ہے کیونکہ نہر اور خلیج کی نسبت سمندر وسیع ہوتا ہے۔ جس شخص کے پاس بہت سا علم ہو اس کو بھی بَحْرٌ کہتے ہیں۔ (بحر العلم) علم کا سمندر۔ بحر سے مراد یہاں بحر قلزم یا بحر احمر ہے۔ دریائے نیل مراد نہیں ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کا راستہ شام کو جانے کے لئے مشرق کی طرف تھا جبکہ دریائے نیل مغرب کی طرف واقع ہے۔ بنو اسرائیل نے بحر قلزم کو شمالی تنگ سرے کے قریب سے اس کو عبور کیا اور جزیرہ نماے سینا میں قدم رکھا۔

فَ + اَنْصَيْنَا + كُمْ، {ن ج ی} باب افعال سے فعل ماضی معلوم جمع متکلم + فاعل + كُمْ جمع کی ضمیر ہے جو مفعول واقع ہو رہی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ پس نجات دی ہم نے تم کو۔

اَعْرَفْنَا

{ع ر ق} باب افعال سے ماضی جمع متکلم، اس کا معنی غرق کر دیا ہم نے، پانی میں ڈبو دیا۔

وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُونَ واؤ حالیہ ہے۔ اَنْتُمْ کی جمع اَنْتُمْ ہے اور تَنْظُرُونَ {ن ظ ر} باب (ن) سے مضارع معلوم جمع مذکر حاضر (دیکھنا)۔ یہ جملہ حالیہ کے معنی میں ہے، معنی (نظر ڈالنا، دیکھنا) اور اس کا استعمال عموماً آنکھوں سے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جملہ کا معنی یہ ہے۔ اس حال کہ تم فرعون اور اس کے لشکر کو پانی میں غرق ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ یا معنی یہ ہے کہ تم سمندر کو عبور کرتے وقت ایک دوسرے کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے یا اپنی سالمیت اور آل فرعون کی غرقت کو دیکھ رہے تھے۔ آل سے مراد اس کی قوم اور اسکے تابعین سب مراد ہیں۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اس آیت میں اس وقت کی یاد دہانی کرا رہے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان کو رات کی

تاریکی میں لے کر نکل پڑے جب فرعون کو ان کے نکلنے کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر سمیت ان کے تعاقب میں نکل پڑا۔ اب بنی اسرائیل کے آگے بحر قلزم تھا اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، درمیان میں پھنس گئے۔ بھاگنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو دریا میں داخل ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے لئے راستہ بنا دو۔ چنانچہ دریا دو دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا، درمیان میں راستہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل تو صحیح سالم دریا عبور کر گئے لیکن جب فرعون اور اس کا لشکر عبور کرنے کے لئے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو مل جانے کا حکم دے دیا جس کی وجہ سے فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بڑا انعام کیا۔ ان پر سختی کے دن ختم ہو گئے۔ اب ان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں، شرک نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توحید پر چلنے اور شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ

وَ	إِذْ	وَعَدْنَا	مُوسَىٰ	أَرْبَعِينَ	لَيْلَةً	ثُمَّ
اور	جب	وعدہ کیا + ہم نے	موسیٰ علیہ السلام سے	چالیس	رات کا	پھر
عاطفہ	نظرف زمان	فعل ماضی جمع متکلم + فاعل (مفاعله)	مفعول اول	(مفعول ثانی) عدد	معدود	تراخی کے لئے

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ {51}

اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْ	بَعْدِهَا	وَ	أَنْتُمْ	ظَالِمُونَ
پکڑا تم نے	بچھڑے کو معبود	سے	بعد + اس کے	اور	تم	ظلم کرنے والے تھے
فعل ماضی + فاعل	مفعول	حرف جر	مضاف + مضاف الیہ	عاطفہ حالیہ	مبتدا	خبر۔ اسم فاعل جمع مذکر

بامحاورہ ترجمہ: اور (یاد کرو اس وقت کو) جس وقت ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا وعدہ کیا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم (اس وقت) ظالم بن گئے۔

لغوی نکات:

{د ۴} باب مفاعله سے ماضی جمع متکلم اور بعض قراء نے باب مفاعله بنانے سے انکار کیا ہے ان کا نظریہ یہ ہے کہ باب مفاعله انسانوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے کیونکہ اس میں اشتراک، مِنْ جَانِبَيْنِ ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ (اشْتِرَاكٌ) صحیح نہیں ہے، ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ باب مفاعله کبھی کبھی ایک کیلئے بھی ہوتا ہے جس طرح کہتے ہیں دَوَّأْتُ الْعَصِیْلَ، (میں نے بیمار کو دوائی دی)، عَاقَبْتُ الْبِصَّ، (چور کو میں نے سزا دی)۔

أَرْبَعِينَ لَيْلَةً اَرْبَعِينَ کا معنی 40 چالیس اور لَيْلَةً کا معنی رات۔ یعنی چالیس رات کا وعدہ کیا۔ پہلے تیس تھے پھر دس دن مزید

بڑھا کر 40 راتیں کر دیا۔ اکثر مفسرین کے ہاں ذوالقعدہ کا پورا ماہ اور دس دن ذوالحجہ کے تھے۔ رات کا ذکر کیا دن کا ذکر نہیں کیا کیونکہ رات پہلے اور دن بعد میں ہوتا ہے۔ رات غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق کے وقت کا نام ہے۔

{۶ہل} یہ اِثْعَدَّ کا مفعول بنتا ہے۔ گائے کے بچے کو عجل کہتے ہیں۔ سامری نے وہ مورت بچھڑے کی شکل پر بنائی تھی۔
موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد ان لوگوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔

{ظلم} باب (ض) سے اسم فاعل ہے، اس کی جمع ظالِمُونَ ہے اور ظالِمُونَ خبر ہونے کی بنا پر مرفوع رفعی حالت ہے۔
تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے فرعون کو لشکر سمیت غرق کر کے اور بنی اسرائیل کو نجات دیکر موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (تورات) دینے کیلئے 40 دن

کیلئے طور پہاڑ پر بلایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا کر وہاں چلے گئے۔ بعد میں سامری نے بنی اسرائیل سے تمام زیور اکٹھے کر کے اسکو پگھلا کر بچھڑے جیسی شکل بنا کر اسکی پوجا شروع کر دی اور بہت بڑے ظلم (شرک) کا ارتکاب کیا۔ ہارون علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ تیری قوم نے تیرے ادھر آنے کے بعد یہ کروت کیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام غصے کی حالت میں واپس پلٹے۔ غصے میں اپنے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پڑلے اور تورات کی تختیاں چھینک دیں پھر سامری پر غصہ کیا۔

بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کو پوجنا شروع کیا تو ظالم (شرک) ٹھہرے۔ آج ہمارے مسلمانوں نے نہ جانے کتنے بچھڑوں کی پوجا شروع کی ہوئی ہے۔ یہ بہت بڑا شرک ہے جسکو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ کو اسکی ذات، صفات، اسماء میں کیتا تسلیم کر کے صحیح معنوں میں عمل کریں۔ یہ توحید ہی اصل قیمتی چیز ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ شرک کے تمام اعمال برباد اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ عذاب جہنم سے پناہ دے۔ امین

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ

ثُمَّ	عَفَوْنَا	عَنْ	كُم	مِّنْ	بَعْدِ	ذَلِكَ
پھر	معاف کیا ہم نے	سے	تم	سے	بعد/ پیچھے	اس کے
حرف تراخی	فعل ماضی + فاعل	حرف جر	مجرور	حرف جر	مضاف	مضاف الیہ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ {52}

لَعَلَّ	كُم	تَشْكُرُونَ
تا کہ	تم	شکر گزار ہو جاؤ
حرف مشبہ بالفعل	لَعَلَّ کا اسم	فعل مضارع + فاعل - لَعَلَّ کی خبر

بامعاورہ ترجمہ: پھر ہم نے تم کو اس (بچھڑے کو معبود بنانے) کے بعد معاف کر دیا تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔

لغوی نکات:

یہ حرف عطف ہے۔ ترتیب اور ترانخی کے لئے مستعمل ہے اور کبھی کبھی اس پر (ت) بھی آتی ہے۔ کہتے ہیں ثُبَّت (پھر) {ع ف و} باب (ن) سے فعل ماضی جمع متکلم اور اس کا معنی ہے ہم نے (گناہ کو) معاف کر دیا، درگزر کرنا، جرم کو بخشنا، سزا کو چھوڑ دینا، عقوبت یا کسی سے بدلہ لینے سے دستبردار ہو جانا۔

{ش ك ر} باب (ن) {شَكَرَ، يَشْكُرُ شُكْرًا} سے فعل مضارع جمع مذکر حاضر، (اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا) (معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بہت بڑے جرم کو معاف کر دیا ہے جو تم نے گائے کے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا۔ اب تم اس اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرو۔ وگرنہ تم کو اس جرم کی پاداش میں تمہیں نہیں کر کے رکھ دیتا۔ اسلام میں شکر سے مراد یہ ہوتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر پہچانے اور اسکی نعمتوں کا صحیح استعمال کرے۔ ناشکری اور ناقدری نہ کرے)۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ بات باور کرائی ہے کہ دیکھو تم نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایک بچھڑے کو معبود بنا لیا اور یہ فی الحقیقت بہت بڑا جرم تھا لیکن اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے تم سے یہ جرم معاف کر دیا کہ شاید یہ اب راہ راست پر آجائیں اور اللہ کے شکر گزار بندے بن جائیں۔ اس میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی شرک و کفر سے تو بہ کر کے خالص اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو تسلیم کریں اور اسکی عبادت کریں۔ اس میں ہماری نجات ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حتی الوسع شکر یہ ادا کرنا چاہئے۔ اس میں ہماری ترقی کا راز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَيَنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ”اگر تم نے میرا شکر یہ (نعمت کے مقابلہ میں) ادا کیا تو میں تم کو مزید دوں گا“ اور اگر کفر کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا لطف و کرم ہے کہ انسان خطائیں کرتا ہے مگر اللہ ان سے چشم پوشی کرتا ہے۔ انسان جو نبی اسکے سامنے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرے اور آئندہ برائی سے باز رہنے کا اقرار کرے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ترجمہ: ”اگر تم اللہ کا شکر کرو اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کریگا“

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

وَ	إِذْ	آتَيْنَا	مُوسَى	الْكِتَابَ
اور	جب	دی ہم نے	موسیٰ علیہ السلام کو	کتاب (تورات)
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی + فاعل	مفعول اول	مفعول ثانی معطوف علیہ

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ {53}

وَ	الْفُرْقَانَ	لَعَلَّ	كُم	تَهْتَدُونَ
اور	فرقان (فرق کرنے والی)	تاکہ	تم	ہدایت پا جاؤ
حرف عطف	معطوف	حرف مشبہ بالفعل	لَعَلَّ کا اسم	فعل مضارع، فاعل (لَعَلَّ کی خبر)

بامحاورہ ترجمہ: اور (تم اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (تورات) اور فرقان (حق و باطل کے مابین فرق کرنے والی تھی) دی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

لغوی نکات:

إِذْ ظرف زمان۔ یہ اصل میں اِذْ كُرِّوا (فعل امر محذوف) کا مفعول بنتا ہے اور اکثر طور پر اِذْ كُرِّوا کو حذف کر دیا جاتا ہے۔
اَتَيْنَا {ءت ی} باب (افعال) اَتَى، يُؤْتِي، اَتَيْنَا سے فعل ماضی جمع متکلم آنا، دینا، یہاں پر دوسرا معنی مراد ہے یعنی ہم نے دی۔ (الکتاب) یہاں پر تمام مفسروں کے نزدیک کتاب سے مراد تورات ہے۔
 (الفرقان) فرقان سے کیا مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے تورات اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرقان دی۔ ان کے نزدیک فرقان قرآن مجید کے ساتھ مختص ہے جبکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ کہ ہم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرقان دی۔ لیکن علامہ زجاج نے کہا کہ یہاں فرقان سے مراد کتاب تورات ہی ہے تاکید کے لئے اس کو دوبارہ بیان کر دیا گیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فُرْقَانٌ سے مراد وہ نشانیاں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بطور معجزہ دیں۔ لاشی، ہاتھ کا سفید ہونا وغیرہ۔ قرآن کے علاوہ تورات و انجیل بھی الہامی کتب ہونے کی وجہ سے الفرقان ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں آیت میں (واؤ) صلہ بن رہی ہے۔ اس شکل میں اس کا معنی اَتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ الْفُرْقَانَ اور واؤ کبھی کبھی صفات میں زائد ذکر کی جاتی ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ یہ تورات جامع کتاب بھی ہے اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی بھی ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ فرقان سے مراد قوم موسیٰ علیہ السلام و قوم فرعون کے درمیان فرق ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ قوم موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور قوم فرعون کو غرق کر دیا۔ لیکن ان تو جہات میں سے سب سے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو بطور معجزہ ملی تھیں۔ لاشی اور ہاتھ کا سفید ہونا تاکہ عطف کا فائدہ اپنی جگہ برقرار رہے۔

تفسیری آیات: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو وہ وقت یاد کر رہے ہیں کہ جب تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر پوجنا شروع کر دیا اور شرک عظیم کا ارتکاب کیا لیکن ہم نے تم کو اپنی رحمت سے معاف کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ایسی بہترین کتاب دی جس میں تمہارے لئے زندگی بسر کرنے کا مکمل قانون اور ہدایت نامہ تھا۔ اس کے ذریعے سے حق و باطل، حلال و حرام، نیک و بد کی تمیز ہوتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اگر تم نے اس کتاب اور احکام الہی سے روگردانی کی تو تم کو سخت ترین سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اس میں ہمارے لئے بھی درس ہے کہ ہم قرآن مجید کو سیکھیں اور اس پر عمل کریں اور اپنا ہر قول و فعل کتاب و سنت کی روشنی میں درست کریں۔ حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا کریں اور حلال و حرام کی تمیز کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔ اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

وَ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ

قَوْمِ	يَا	۴	قَوْمِ	لِ	مُوسَىٰ	قَالَ	إِذْ	وَ
قوم میری	اے	اپنی کے	قوم	واسطے	موسیٰ علیہ السلام نے	کہا	جب	اور
منادی	حرف ندا	مضاف الیہ	مجرور مضاف	حرف جر	فاعل	فعل ماضی	ظرف زمان	حرف عطف

إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمْ

كُم	إِنَّ	كُم	ظَلَمْتُمْ	أَنْفُسَ	كُم	بِ	اتِّخَاذِ	كُم
تمہارے	بے شک	تم	ظلم کیا تم نے	جانوں	اپنی پر	بسبب	پکڑنے	تمہارے
مضاف الیہ	حرف مشبہ بالفعل	اسم	فعل ماضی	(مفعول) مضاف	مضاف الیہ	سبب/ جارہ	مجرور مضاف	مضاف الیہ

الْعَجَلِ فَتَوَبُّوْا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ

كُم	الْعَجَلِ	فَ	تَوَبُّوْا	إِلَىٰ	بَارِئِكُمْ	فَ	اِقْتُلُوا	أَنْفُسَ	كُم
اپنی کو	بچھڑے کو معبود	تو	توبہ کرو	طرف	خالق اپنے کے	تو	قتل کرو تم	جانوں	اپنی کو
مضاف الیہ (مفعول)	مفعول	حرف	فعل امر جمع مذکر	حرف جر	مضاف	حرف + فعل امر جمع	مضاف	مضاف الیہ (مفعول)	مضاف الیہ (مفعول)

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ

كُم	ذَلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	عِنْدَ	بَارِئِكُمْ	فَ	تَابَ
تمہارے کے	یہ	بہتر ہے	واسطے + تمہارے	پاس	خالق	تو + رجوع کیا اس نے	تو + رجوع کیا اس نے
مضاف الیہ	اسم اشارہ (مبتدا)	خبر	جار + مجرور	ظرف مکان مضاف	مضاف الیہ مضاف	مضاف الیہ	حرف + فعل ماضی

عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ {54}

الرَّحِيمِ	التَّوَّابُ	هُوَ	عُ	إِنَّ	كُم	عَلَيْكُمْ
بہت رحم فرمانے والا	بہت زیادہ توبہ قبول کرنی والا	وہی/ ہی ہے	وہ	بے شک	تمہارے	اوپر
مبالغہ خبر نمبر 2	مبالغہ خبر نمبر 1	ضمیر حصر	اسم ان کا	حرف مشبہ بالفعل	مجرور	حرف جر

قرآن مجید کی لغوی تشریح

بامحاورہ ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم بے شک تم نے اپنی جانوں پر بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے بہت بڑا ظلم (شرک) کیا ہے تو اب تم اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع کرو، وہ اس طرح کہ تم اپنی جانوں کو قتل کرو۔ تمہارے خالق کے ہاں یہ (قتل) بہت بہتر کام ہوگا، اگر تم اس طرح کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی رجوع کرے گا کیونکہ وہ تو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

لغوی نکات:

یاقَوْمِ یا حرف ندا ہے قَوْمِ منادی ہے۔ اصل میں قَوْمِ تمہاری لوگرا دیا قَوْمِ رہ گیا۔ یہاں قوم سے مراد وہ خاص گروہ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی تھی۔ قَوْمِ دراصل اسم جمع ہے اس کے لفظوں سے جمع نہیں آتی۔ بعض نے اس کی جمع اقْوَامِ کہی ہے لیکن بعض دوسرے کہتے ہیں کہ یہ شاذ ہے۔ (قوم اکثر طور پر مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح قرآن میں ہے لَا یَسْخَرُوا قَوْمَهُمْ اور پھر آگے فرمایا، وَلَا یَسْأَلُ مِنْ نِسَائِهِمْ تو یہاں قوم سے مراد مرد ہیں کیونکہ اس کے مقابلہ میں نساء (عورت) لائے ہیں لیکن کبھی کبھی اس کا اطلاق زن و مرد دونوں پر ہوتا ہے جس طرح فرمایا، اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهِمْ یہاں قوم میں مرد و عورت دونوں مراد ہیں۔

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ {ظالم {باب (ض) سے فعل ماضی جمع مذکر مخاطب + فاعل ہے (ظلم کرنا) اَنْفُسَكُمْ، اَنْفُسُ مضاف اور كُمْ مضاف الیہ ہے۔ مضاف مضاف الیہ ل کر ظَلَمْتُمْ کا مفعول بنتا ہے۔ یہاں ظلم سے مراد وہ شرک ہے جو انہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا۔

بِاِتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلِ ب + اِتِّخَاذٌ + كُمْ + الْعِجْلِ، {عخذ {باب افتعال سے مصدر مضاف + مضاف الیہ اس کا معنی ہے کسی چیز کو حاصل کرنا، پکڑنا اور یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور جعل کے قائم مقام ہوتا ہے جس طرح فرمایا، لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُودَ وَالنَّصَارَى اَوْلِیَاءَ اور۔ العجل، اتخاذا مصدر کا مفعول نمبر 1 بنتا ہے اور مفعول نمبر 2 مخدوف ہے جو کہ الہا ہے۔ پورا معنی یہ ہے بسبب پکڑنے تمہارے بچھڑے کو معبود۔

تُوبُوا {توب {باب (ن) تَابَ یَتُوبُ سے فعل امر جمع مذکر حاضر (توبہ کرنا)

بَارِئٍ باری + كُمْ، {ب رء {باب (ف) بَرَّ اَبْرَأُ سے اسم فاعل مضاف + مضاف الیہ، پیدا کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ہے۔ باری کا معنی خالق اور بعض نے باری اور خالق کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ خالق ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرنے والا اور باری نئے سرے سے بنانے والا، بغیر مادہ کے وجود میں لانے والا۔ گویہ خلق عام ہے اور باری خاص ہے جو ہر روح کو پیدا کرنے والا۔

ذَلِكُمْ حَیْرٌ لَّكُمْ ذلکم: اسم اشارہ ہے اور اس کا مشار الیہ القتل ہے۔ معنی یہ ہے کہ یہ قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے حق میں بہتر

ہے۔ شرک جیسے عظیم گناہ کی تلافی اسی طریقے سے ممکن ہے۔

فَتَابَ + تَاب۔ ف یا تو جواب شرط یا جزاء کے طور پر آئی ہے شرط اس طرح ہے۔ اِنْ فَعَلْتُمْ مَا اَمَرْنَاكُمْ فَتَابَ یعنی اگر تم نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے قتل نفس کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تم پر رجوع کرے گا۔ تمہارا گناہ معاف کرے گا وگرنہ نہیں یا معنی یہ ہے کہ جب تم اپنے نفسوں کو قتل کر چکے ہو تو باقی افراد کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی ہے ان کا گناہ معاف کر دیا ہے۔

التَّوَابِ الرَّحِيمِ یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں اور دونوں اِنْ کی خبریں ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء ہے یعنی تمہارے بڑے گناہ (شرک) کو معاف کر دیا ہے کیونکہ تَوَابٌ ہے اور رَحِيمٌ اس طرح ہے کہ ان کے حکم قتل کو چند افراد پر لاگو کرے باقی پر رحم فرمایا اور حکم منسوخ کر دیا۔ سب قتل نہیں ہوئے کیونکہ وہ رحیم ہے اور وہ اپنے بندوں پر شفقت کرتا ہے۔

تفسیری نکات: اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو وہ وقت یاد کر رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد قوم نے سامری کے بہکاوے میں آکر شرک کا ارتکاب کر لیا۔ پیغمبر کی غیر موجودگی میں راہ راست سے اتر گئی۔ اب اس کی تلافی و معافی ایک دوسرے کو قتل کرنے کے عوض آئی۔ جب بنی اسرائیل نے یہ حکم الہی مان لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اس میں ہمارے لئے درس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کو تسلیم کیا جائے اور ان پر خلوص نیت سے عمل کیا جائے اور اگر کبھی شیطانی بہکاوے میں آکر غلط کام کر بیٹھے تو جلدی جلدی اللہ تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگ کر استغفار کرتا رہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات معاف کر دے گی کیونکہ وہ التَّوَابِ الرَّحِيمِ ہے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يُبْسَىٰ لَنَا إِنَّا قَدْ خَوَّضْنَا فِيهِ غَنَابَتَنَا وَقَدْ حَقَّنَّا بِغَابَتِنَا إِذْ قُلْتُمْ لَنَا رَبُّكَ قُلْتُمْ نَارُ اللَّهِ أُنزِلَتْ وَأَنْتُمْ لَكَ كَافِرُونَ

وَ	إِذْ	قُلْتُمْ	يَا	مُؤْسَىٰ	لَنَا	تَوَّابُونَ
اور	جب	کہا تم نے	اے	موسیٰ علیہ السلام	ہرگز نہیں	ایمان لائیں گے ہم
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی + فاعل	حرف ندا	منادی	حرف ناصبہ	مضارع جمع متکلم

لَكَ حَتَّىٰ تَرَىٰ اللَّهُ جَهَنَّمَ فَأَخَذْتُمْ الصُّعْقَةَ

لَكَ	حَتَّىٰ	تَرَىٰ	اللَّهُ	جَهَنَّمَ	فَ	أَخَذْتُمْ	الصُّعْقَةَ
لئے، واسطے + آپ کے	یہاں تک	دیکھ لیں ہم	اللہ تعالیٰ کو	علائیہ، واضح	پس	پکڑ لیا + تم کو	بجلی کی کڑک نے
جار + مجرور	ناصبہ	مضارع جمع متکلم	مفعول	حال	حرف	فعل ماضی + مفعول	فاعل

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ {55}

و	أَنْتُمْ	تَنْظُرُونَ
اور	تم	دیکھ رہے تھے
حالیہ	مبتدا	فعل مضارع جمع مذکر مخاطب (خبر)

بامحاورہ ترجمہ: اور جس وقت تم نے کہا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو واضح نہ دیکھ لیں۔ اس کے بعد تم پر سخت چیخ آئی اور تمہیں دیکھتے دیکھتے موت کی وادی میں پہنچا دیا۔

لغوی نکات:

وَإِذْ واؤ عاطفہ ہے جس کا ماقبل سے تعلق ہے اور اُس پر اِس کا عطف ہے اور اِذْ ظرفِ زماں ہے جو کہ مبنی ہے اس میں تبدیلی نہیں آتی۔ (جب)

قُلْتُمْ {قول} باب (ن) قَالَ يَقُولُ سے فعل ماضی جمع مذکر مخاطب، اجوف وادی ہے اصل میں قَوْلْتُمْ تھا تعلیل کے بعد قُلْتُمْ رہ گیا۔
لَنْ تَوْمِنَ لَنْ حرفِ ناصبہ ہے جو کہ مضارع کے آخر کو نصب دیتا ہے۔ نفي استقبال کا فائدہ دیتا ہے۔ تَوْمِنَ {ءمرن} باب افعال سے مضارع جمع متکلم، اس کا معنی ہے کہ ہرگز ہم ایمان نہ لائیں گے، ہرگز یقین نہ کریں گے۔

حَتَّىٰ حَتَّىٰ کے بعد فعل مضارع کا آخر منصوب ہوتا ہے۔ لیکن حَتَّىٰ کی وجہ سے نہیں بلکہ وہاں اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی حَتَّىٰ کے بعد اسم مجرور ہوتا ہے۔ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ، حَتَّىٰ حِينَ اور اس میں غائت کا معنی پایا جاتا ہے۔

نَرَىٰ {رءی} باب (ف) (رَآیَ، يَرَىٰ، رَأَىٰ، وَرُؤِيَّةٌ) سے مضارع معلوم جمع متکلم، یبسی اصل میں يَرَىٰ تھا اور اصل کا استعمال بہت نادر ہی ہوتا ہے۔ بصارت یا بصیرت سے دیکھنا۔ اس کا امر ”ر“ آتا ہے۔ کبھی يَرَىٰ کا معنی گمان بھی ہوتا ہے پھر اس وقت مضارع مجہول کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اگر آذی يَرَىٰ باب افعال سے ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دکھانا۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا ہم انکو اپنی نشانیاں ضرور دکھائیں گے۔

جَهْرَةً {جہرہ} باب (ف) جَهْرَةً جَهْرَةً سے جَهْرَةً ھ ساکن مصدر ہے جس کا معنی ہے ظاہر، سامنے، کھلم کھلا دیکھنا، آواز بلند کرنا۔ لیکن یہاں پر آواز والا معنی مراد نہیں ہے بلکہ پہلا والا معنی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھنا چاہتے ہیں اور یہ جَهْرَةً حال واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ایک قرأت میں جَهْرَةً۔ ۴ پر زبر ہے۔ اس شکل میں یہ جَاهِرًا اسمِ فاعل کی جمع ہوگی۔

الصَّاعِقَةُ اس کو الصَّاعِقَةُ بھی لکھا جاسکتا ہے۔ یہ أَخَذْتُمْ کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے امام راغب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صَاعِقَةُ کے تین معنی ہیں۔

① موت، ہلاکت جس طرح فرمایا فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّلْوَاتِ یہاں صَعِقَ بمعنی موت ہے۔ اسی طرح اس آیت اَخَذَتْكُمْ الصَّاعِقَةُ میں ہے۔

② دوسرا معنی عذاب ہے جس طرح فرمایا اَيُّدُنُكُمْ صَاعِقَةٌ کہ میں تم کو صاعقۃ (عذاب) سے ڈراتا ہوں۔

③ آگ اور بجلی کی کڑک ہے جس طرح فرمایا، يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ کہ وہ ذات بجلیاں بھیجتی ہے۔ لیکن آخر میں فرمایا کہ یہ تینوں صاعقۃ کے آثار ہیں۔ اصل معنی تو فضا میں سخت آواز کو کہتے ہیں اور پھر اس سخت آواز سے کبھی آگ پیدا ہوتی ہے جو کبھی عذاب اور کبھی موت تک نوبت آجاتی ہے۔

{نظا} باب (ن) مضارع مخاطب۔ یہ جملہ حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اس صاعقۃ (کڑک) کی ابتدائی حالت کو دیکھ رہے تھے کیونکہ صاعقۃ کی آخری گھڑی پر تو ان کو موت آگئی تھی۔ یہاں موت سے مراد بے ہوشی ہے جس طرح خَرَّ مُؤْمِنِي صَعِقًا میں بمعنی بے ہوشی ہے۔

تفسیری نکات: موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر کتاب لینے گئے بعد میں ان کی قوم نے بچھڑے کی پوجا کر کے شرک جیسے گناہوں نے جرم کا ارتکاب کیا۔ موسیٰ علیہ السلام واپس آگئے پھر قوم کی توبہ (جو ایک دوسرے کو قتل کی شکل میں تھی) کے بعد 70 آدمی منتخب کر کے اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے، انہیں پہاڑ کے دامن میں بٹھا کر خود اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ جب واپس آگئے تو قوم کہنے لگی کہ ہم آپ کی بات کو تسلیم کریں گے جب ہم اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھیں گے تو اس عجیب سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سخت آواز آئی جس سے وہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کر دیا جس کا تذکرہ اگلی آیت میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

رویت باری تعالیٰ میں عموماً افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ معتزلہ وغیرہ تو رویت باری تعالیٰ کا بالکل انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ رویت اس دنیا اور آخرت میں بالکل محال ہے۔ جبکہ صوفیا کا کہنا یہ ہے کہ یہ اس دنیا میں بھی ممکن ہے اور واقع ہوئی ہے۔ پتہ نہیں ان کے لئے کیسے واقع ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو یہ رویت ہونہ سکی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مُؤَدُّ أُنَىٰ أَدَا (صحیح مسلم)، کہ وہ تو نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ رویت باری اس دنیا میں غیر ممکن ہے کیونکہ بشری قوت انتہائی کمزور ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ آخرت میں مومنوں کو یہ شرف جنت میں بخشیں گے۔ ان کی اس کمزوری کو طاقت بخشیں گے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ

ثُمَّ	بَعَثْنَا	مِنْ	بَعْدِ	مَوْتِكُمْ
پھر	اٹھایا ہم نے + تم کو	سے	بعد، پیچھے	موت + تمہارے
حرف ترفیعی	فعل ماضی، فاعل + مفعول	حرف جر	مجرور مضاف	مضاف الیہ مضاف + مضاف الیہ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ {56}

تَشْكُرُونَ	لَعَلَّ + كُمْ
شکر گزار بنو	تا کہ + تم
فعل مضارع مخاطب	حرف مشبہ بالفعل + اسم

بامحاورہ ترجمہ: پھر ہم نے تم کو تمہارے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

لغوی نکات:

یہ تراخی کے لئے ہے ویسے یہ حرف عطف سے ہے۔ (پھر)

بَعَثْنَا + كُمْ {ب ع ث} باب (ف) بَعَثَ، يَبْعَثُ بَعَثًا سے فعل ماضی جمع متکلم (فاعل) + كُمْ مفعول ہے۔ اس کا معنی اٹھانا، زندہ کرنا ہوتا ہے، اسی سے يَوْمُ الْبَعْثِ۔ قیامت کے دن قبروں سے اٹھنے کا دن۔

تفسیری نکات: مسلمان اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور اصل زندگی (جنت یا جہنم) کی ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی اپنی قدرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں جس طرح یہاں کیا کہ پہلے قوم موسیٰ علیہ السلام کو مار دیا پھر ان کو دوبارہ زندہ کر دیا تا کہ لوگ اللہ کا شکر ادا کریں۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا

ظَلَّلْنَا	عَلَيْكُمْ + كُمْ	الْغَمَامَ	وَ	أَنْزَلْنَا
اور	اوپر + تمہارے	بادلوں کا	اور	اتارا ہم نے
حرف عطف	حرف جر + مجرور	مفعول	حرف عطف	فعل + فاعل

عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلْوٰی ط كَلُوا مِنْ

عَلَيْكُمْ + كُمْ	الْمَنَّٰنَ	وَ	السَّلْوٰی	كَلُوا	مِنْ
اوپر + تمہارے	مَنَّٰن	اور	سلویٰ کو	کھاؤ تم	سے
جار + مجرور	مفعول، معطوف علیہ	حرف عطف	معطوف	فعل امر جمع مذکر	حرف جر

طَيَّبْتِ مَا رَزَقْتِكُمْ وَمَا ظَلَمْتُنَا وَ

طَيَّبْتِ	مَا	رَزَقْتُنَا + كُمْ	وَ	مَا	ظَلَمْتُنَا + نَا	وَ
پاک (اجناس)	جو	رزق دیا ہم نے + تم کو	اور	نہیں	ظلم کیا انہوں نے + ہم پر	اور
مجرور	موصولہ	فعل ماضی، فاعل + مفعول	حرف عطف	نافیہ	فعل ماضی، فاعل + مفعول	حرف عطف

لَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ {57}

لَكِنْ	كَانُوا	أَنفُسَهُمْ + هُمْ	يَظْلِمُونَ
لیکن	تھے وہ	جانوں + اپنی پر	ظلم کرتے
استدراک	فعل ماضی + اسم	کانوا کی خبر۔ مضاف + مضاف الیہ مفعول بہ مقدم	فعل مضارع جمع مذکر غائب

بامعاورہ ترجمہ: اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تم پر من اور سلوی اتارا (اور کہا) کہ جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے، اس میں سے پاک چیزوں کو کھاؤ اور انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا لیکن وہ اپنی جانوں پر ہی ظلم و ستم ڈھاتے تھے۔

لغوی نکات:

{ظال ل} باب تفعیل، ظَلَّلَ، يُظَلِّلُ، تَظْلِيلًا سے ماضی جمع متکلم (ہم نے سایہ لگن کر دیا) اَلْغَمَامَ یہ ظَلَّلْنَا کا مفعول بتا ہے۔ اسم جنس ہے جس کا معنی بادل ہوتا ہے۔ بادلوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سَحَابٌ، عَارِضٌ، مُعْصِرَاتٌ، مُذْنِبٌ اور صَيِّبٌ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ہر قسم کے بادل کو سَحَابٌ کہتے ہیں اور غَمَامَ، غَمَّةٌ، ڈھانک لینا۔ وہ بادل ہے جو تہہ بہ تہہ ہو کر گاڑھا ہو جائے اور سورج کی روشنی کو زمین تک آنے سے روک دے۔

یہ اَنْزَلْنَا کا مفعول بتا ہے۔ اصل معنی احسان و فضل ہوتا ہے کیونکہ بنی اسرائیل پر بڑا فضل تھا کہ مَنِّ جیسی نعمت سے ان کو نوازا گیا۔ لیکن یہاں مراد اسم جنس ہے، وہ چیز جس میں حلوہ و مٹھاس ہو، یہ درخت یا پتھر پر اترتی تھی۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شبنم، شبنمی گوند جو آسمان سے درخت یا پتھر پر اترتی تھی۔

یہ سلا سے ہے جو چیز تسلی دے، پرندہ، جس کو (بئیر) کہتے ہیں یا بیروں کی طرح تھا، اس کا شکار نہایت آسان تھا، اس کی اڑان نیچی ہوتی تھی اور بڑی آسانی سے شکار ہو جاتا تھا۔

{عك ل} باب (ن) اَكَلٌ، يَأْكُلُ سے فعل امر (اصل میں اءُكَلُوا تھا تعلیل کے بعد كَلُوا ہو گیا) تم کھاؤ

طَيَّبَةٌ کی جمع ہے، حالت جری، مفعول، پاک چیزیں، وہ چیز جو فی نفسہ حلال ہو اور اس کے حصول کے ذرائع بھی جائز اور حلال ہوں۔ رشوت، چوری، ڈاکہ اور غبن وغیرہ سے نہ حاصل کیا گیا ہو۔

مَا سَأَلْتُمْ مَّا مَوْصُولَهُ ہے اور زَنْزَلْنٰكُمْ {رزق} باب (ن) سے ماضی۔ جمع متکلم + كُمْ ضمیر جمع مفعول (جو رزق دیا ہم نے تم کو) وَمَا ظَلَمُوْنَا مَا نَافِيَا اور ظَلَمُوْنَا باب (ض) سے ماضی، فاعل (نا) مفعول (اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر) یعنی انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا۔

وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ لٰكِنْ، استدرک کے لئے یعنی حقیقت کو جاننے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس سے پہلے نفی ہوتی ہے اور اس کے بعد میں اثبات ہوتا ہے۔ كَانُوْا فعل ناقص هُمْ اس کا اسم ہے اور اَنْفُسَهُمْ (اَنْفُسُ + هُمْ) مفعول مقدم ہے۔ نفس کی جمع ہے (روح/جان) یہ جملہ بن کر یعنی يَظْلِمُوْنَ فعل اپنے فاعل اور مفعول مقدم سے مل کر كَانُوْا کی خبر ہے۔ احکام الہی کی خلاف ورزی اور حدود خداوندی سے تجاوز خود اپنے اوپر ظلم کرنا ہے، اس سے عذاب الہی کا وقوع ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔

تفسیری نکات: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے احسان یاد دلائے ہیں تاکہ ان کے پیش نظر اپنی گندی عادتوں کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم کا راستہ اختیار کریں۔

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے رویت باری تعالیٰ کا مطالبہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو زندہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کو اللہ تعالیٰ سے غلط قسم کے مطالبے نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ پھر اس کی سزا بھی سخت ہے۔

ہم مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات کو جو صحیح سند کے ساتھ مل جائے، بلا چون و چرا اس کو تسلیم کریں اور اس میں خواجواہ کی تکتہ چینی، دلیل بازی اور مویشگافی پیدا نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے انسان کے اندر کٹ جتنی کی بُری عادت پڑ جاتی ہے اور پھر انسان مختلف بہانوں سے عمل سے جی چراتا ہے اور صرف باتوں پر ہی اکتفا کرتا ہے۔

بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد چالیس سال تک جزیرہ نمائے سینا کے سنان صحرا میں پریشان پھرتے رہے۔ سایہ نہ ہونے سے دھوپ سے گھبرا اٹھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا اور خوراک کے لئے من و سلوئی عطا فرمایا جو انہیں بغیر کسی مشقت کے حاصل ہوتی۔ پھر ان کو ذخیرہ سے منع کرنے کے باوجود انہوں نے ذخیرہ کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس سے نعت آنا بند ہو گئی تو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے ممکن ہے کہ اسے ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے۔

وَ اِذْ قُلْنَا اَدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَاْكُلُوْا

وَ	اِذْ	قُلْنَا	اَدْخُلُوْا	هٰذِهِ	الْقَرْيَةَ	فَاْكُلُوْا
اور	جب	کہا ہم نے	تم داخل ہو جاؤ	اس	بستی (میں)	تو + کھاؤ تم
حرف عطف	ظرف	فعل ماضی + فاعل	امر حاضر، جمع	اسم اشارہ	مشار الیہ (مفعول)	حرف + فعل امر جمع

مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَاعِدًا وَاَدْخُلُوا الْبَابَ

مِنْ + هَا	حَيْثُ	شِئْتُمْ	رَاعِدًا	وَاَدْخُلُوا	الْبَابَ
سے + اس (اس سے)	جہاں (سے)	تم چاہو	کھلا، جی بھر کے	اور + داخل ہو جاؤ تم	دروازہ میں
جار + مجرور	ظرف مکان	فعل ماضی + فاعل	مصدر (س)	عاطفہ + فعل امر جمع	مفعول

سُجِدًا وَقُولُوا حِطَّةً نَغْفِرْ لَكُمْ

سُجِدًا	وَا	قُولُوا	حِطَّةً	نَغْفِرْ	لَكُمْ
سجدہ کرتے ہوئے	اور	تم کہو	(حط کا لفظ) بخش دے	ہم بخش دیں گے	واسطے + تمہارے (تمہیں)
حال، ساجد کی جمع	حرف عطف	فعل امر جمع	مبتدا مخدوف کی خبر (محلًا منصوب)	مضارع جمع متکلم	جار + مجرور

حَطِيئَتِكُمْ وَسَنْزِيدُ الْمُحْسِنِينَ {58}

حَطِيئَاتِيَا	وَا	سَنْزِيدُ	الْمُحْسِنِينَ
غلطیاں	اور	عزیز + ہم زیادہ دیں گے	نیکی کریں والوں کو
مفعول، مضاف	مضاف الیہ	مستقبل قریب + مضارع، جمع متکلم	اسم فاعل جمع مذکر (مفعول)

بامحاورہ ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل کو جب کہا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے چاہتے ہو کھلا کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ساتھ حِطَّةً کا لفظ بولو (گناہوں کی معافی مانگنا) جو اباً ہم تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے

لغوی نکات:

{دخُلْ} باب (ن) دَخَلَ، يَدْخُلُ دَخُولًا سے فعل امر جمع مذکر (داخل ہو جاؤ تم)

هَذِهِ الْقَرْيَةَ هَذِهِ اسم اشارہ قریب برائے مَوْث، الْقَرْيَةَ، مَشَارِئِيَّة، مشارِئِيَّة، یہ منصوب ظرفیت کی وجہ سے یا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے، (اس بستی میں)

{أَكَلْ} باب (ن) أَكَلَ، يَأْكُلُ، سے فعل امر، جمع مذکر حاضر، (کھاؤ تم سب)

مِنْ + هَا = هَا ضمیر تانیث، قَرْيَةَ (بستی) کی طرف راجع ہے، [اس (بستی) سے]

{حَيْثُ} ظرف مکان ہے اور بنی علی الضم ہے، یعنی اسکے آخری کلمے (ث) پر پیش تبدیل نہیں ہوتی۔ (جہاں سے، جس

(جگہ سے)

شِئْتُمْ {ش ی ء} باب (ف) شَاءَ، يَشَاءُ (شِئْتُمْ) سے فعل ماضی جمع مذکر حاضر، اصل میں شِئْتُمْ تھا (ی) پر زیر ہے، تو ی کا قتل دور کرنے کے لئے ی کا کسرہ ماقبل کو دے کر ی کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرا دیا اورش کے نیچے زیر دی گئی تاکہ معلوم ہو کہ یہاں اصل میں محذوف ی ہے، باقی رہ گیا شِئْتُمْ۔ (چاہنا)

رَاعَدًا باب (س) رَعَدًا، يَرَعُدُ مصدر رَعَدًا ہے اور صفت مشبہ ہو کر استعمال ہوا ہے اور یہ رَاعِدًا کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جس طرح خَادِمٌ کی جمع خَادِمٌ ہوتی ہے، یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا یہ كَلْمًا کی ضمیر سے حال ہو رہا ہے۔ اس کا معنی خوب، کھلا، اچھی طرح، وسیع، با فراغت۔

الْبَابِ جمع أَبْوَابٍ ہے، مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ الباب کو معرفہ لایا گیا یعنی خاص دروازہ یا بیت المقدس کا خاص دروازہ، پھانک جس کو آج کل باب حط کہتے ہیں۔

سُجَّدًا {س ج د} باب (ن) سے اسم فاعل، سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ یہ منصوب اس لئے ہے کہ أُذْخِلُوا کی ضمیر اَنْتُمْ سے حال واقع ہو رہا ہے۔ بعض نے اس کا لغوی معنی تذلیل، انکسار، خشوع و خضوع اور بعض نے شرعی معنی مراد لیا ہے کہ سجدہ شکر بجا لاتے ہوئے شہر میں داخل ہو جاؤ۔

قُولُوا {ق و ل} باب (ن) (قَالَ، يَقُولُ) سے فعل امر، جمع مذکر (کہو تم)

حِطَّةً {ح ط} باب (ن) (حَطَّ، يَحِطُّ) حَطًّا، حِطًّا کا اصل معنی نازل ہونا، اوپر سے نیچے اترنا، بوجھ اتارنا، معاف کرنا اس سے فعل امر حِطَّ ہے یعنی حِطَّ عَنَّا ذُنُوبَنَا ہمارے گناہوں کو معاف فرما ہے۔ یہ مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے۔ اصل تقدیر اس طرح ہے --- مَسْأَلَتْنَا۔ کہ ہمارا مسئلہ یہ ہے حِطَّةً۔ کہ ہمارے گناہ معاف فرما۔ یہ حِطَّ۔ مبتدا + خبر مل کر قُولُوا کا مفعول بن جائے گا۔

نَعَفْرُكُمْ {ع ف ر} باب (ض) غَفَرَ يَغْفِرُ سے مضارع، جمع متکلم، اس کا آخر (ر) مجزوم اس لئے ہے کہ جواب امر ہے (ہم معاف کر دیں گے، ڈھانپ دیں گے) نَعَفْرُكُمْ، اصل میں ل ہے + كُمْ، (تمہارے لئے، تم کو)

خَطَايَاكُمْ {خ ط ي ا} اس کی جمع خَطَايَا ہے یہ نَغْفِرُ کا مفعول مضاف + كُمْ (مضاف الیہ)، تمہارے گناہ، لغزشیں، غلطیاں، بلا ارادہ سرزد ہونے والا گناہ۔۔۔

سَنَزِيدُ س + نَزِيدُ = س مضارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے (عنقریب)۔ نَزِيدُ {ذ ی د} باب (ض) زَادَ، يَزِيدُ، مضارع جمع متکلم، (ہم زیادہ دیں گے)

الْمُحْسِنِينَ {ح س ن} باب افعال، أَحْسَنَ، يُحْسِنُ سے اسم الفاعل، جمع مذکر واحد مُحْسِنٌ، مفعول ہونے کی وجہ سے حالت نصبی ہے۔ اچھی طرح سے نیکی کرنے والا، احسان کرنے والا، یعنی اس حکم کی تعمیل پر تم میں سے جو گنہگار ہیں ان کی توبہ

قرآن مجید کی لغوی تشریح

قبول فرمائیں گے اور جو پہلے ہی نیک اور فرمانبردار ہیں، ان کے ثواب کو مزید بڑھا دیں گے۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لئے یہ پیغام دیا کہ میں ان کو بستی (اریحا) جو کہ دریائے اردن کے پار تھی اور کنعان کی زمین میں شمار ہوتی تھی، عطا کر دوں گا۔ وہاں کھلے میوے کھانا لیکن شرط یہ ہے کہ جب اس بستی میں داخل ہونا ہے تو (پہلی شرط یہ ہے کہ) لفظ (حَطَّةً) (گناہوں کی معافی) کہنا اور (دوسری شرط یہ ہے کہ) سجدے کی حالت میں جانا ہے۔ ان دو کام کرنے سے ہم تمہارے سارے سابقہ گناہ و غلطیوں کو معاف کر دیں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي

فَبَدَّلَ	الَّذِينَ	ظَلَمُوا	قَوْلًا	غَيْرَ	الَّذِي
تو + بدل دیا	ان لوگوں نے	جنہوں نے ظلم کیا	بات کو	سوائے (خلاف)	ان کے جو
حرف + فعل ماضی	اسم موصول	ماضی جمع مذکر غائب	مفعول	مضاف	اسم موصول واحد مذکر

قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

قِيلَ	لَهُمْ	فَأَنْزَلْنَا	عَلَى	الَّذِينَ	ظَلَمُوا
کہی گئی تھی	لئے + انکے (انہیں)	پھر + ہم نے اتارا	اوپر	ان لوگوں کے	جنہوں نے ظلم کیا تھا
ماضی مجہول	جار + مجرور	عطف + فعل ماضی + فاعل	حرف جار	اسم موصول جمع مذکر	فعل ماضی، جمع

رَاجِزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ {59}

رَاجِزًا	مِّنَ	السَّمَاءِ	بِمَا	كَانُوا	يَفْسُقُونَ
سخت عذاب	سے	آسمان	بسبب + اس کے جو	وہ تھے	نافرمانی کرتے
مفعول آنزَلْنَا کا	حرف جار	مجرور	سبب + موصولہ	فعل ناقص ہُم اسم	مضارع معلوم (ن) کانُوا کی خبر

بامعاورہ ترجمہ: لیکن ان ظالموں نے اس (کلمہ) کو بدل دیا جو ان کو کہا گیا تھا (اور اس کی) بجائے اور کلمہ کہا تو ہم نے ظلم کرنے والوں پر آسمان سے ان کے گناہوں کی وجہ سے سخت ترین عذاب بھیج دیا۔

لغوی نکات:

{ب دل} باب تفعیل، بَدَّلَ، يُبَدِّلُ (تَبَدُّدًا) تبدیل کرنا، بدل دینا، انہوں نے لفظ حَطَّةً کہہ دیا بجائے حِطَّةً جس کا معنی گندم ہے۔ تو استغفاری کلمات کے بجائے تمسخرانہ انداز اپنا لیا۔

قرآن مجید کی لغوی تشریح

قِيلَ {باب (ن) قَالَ، يَقُولُ (قَوْلًا) ماضی مجہول، واحد مذکر غائب (کہی گئی تھی) قَائِلًا
 فَاَنْزَلْنَا {باب (ن) نَزَلَ، يُنَزِّلُ فعل ماضی جمع متکلم (اتارنا، نازل کرنا) راجعاً
 یہ اَنْزَلْنَا کا مفعول ہے اس لئے منصوب ہے، اس کا معنی عذاب، عقوبت، آسمانی آفت ہے
 كَانُوا يَفْسُقُونَ {فعل ناقص} ہے، جب مضارع پر (كان) داخل ہوا تو ماضی استمراری کا معنی پیدا کرتا ہے۔ يَفْسُقُونَ {فسق} {باب (ن) فَسَقَ، يَفْسُقُ فَسُقًا سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، (اطاعت سے نکل کر معصیت کی حد میں جانا، نافرمانی کرنا)۔
 تفسیری نکات: جب یوشع علیہ السلام کے زمانے میں (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) انہوں نے اریحا شہر فتح کر لیا تو لوگوں نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ حِطَّةٌ کی بجائے حِنْطَةٌ اور سجدے کی بجائے بچوں کی طرح گھٹتے ہوئے داخل ہوئے تو پھر ان پر اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب آیا جس سے کافی قوم عذاب کی لپیٹ میں آ گئی۔
 ان آیات میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں میسر ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ نہ کہ غرور و تکبر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دیں اور ڈھول باجے شروع کر دیئے جائیں۔ اس سے تو میں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

وَ	إِذِ	اسْتَسْقَىٰ	مُوسَىٰ	لِ + قَوْمِهِ + ۛ
اور	جب	پانی مانگا (اللہ سے)	موسیٰ علیہ السلام نے	واسطے + قوم + اپنی کے
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی	فاعل	حرف جر + مضاف + مضاف الیہ

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ط فَاَنْفَجَرْتُ

فَ	قُلْنَا	اضْرِبْ	بِ	عَصَاكَ	الْحَجَرَ	فَ + اَنْفَجَرْتُ
تو	کہا ہم نے	مارٹو	ساتھ	لاٹھی کے + اپنی	پتھر کو	پس + پھوٹ پڑے
حرف عطف	فعل ماضی جمع متکلم + فاعل	امر حاضر	حرف جر	مضاف + مضاف الیہ	مفعول	حرف + فعل ماضی

مِنْهُ اثْنَا عَشَرَ عَيْنًا ط قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ

مِنْ + ۛ	اِثْنَا عَشَرَ	عَيْنًا	قَدْ	عَلِمَ	كُلُّ	اُنَاسٍ	مَّشْرَبَ	هُم
سے + اس	بارہ (12)	چشمے	تحقیق	جان لیا	تمام	لوگوں نے	پانی پینے کی جگہ	اپنی
حرف جر + مجرور	عدد، میز	تیمز	تحقیقیہ	فعل ماضی	فاعل مضاف	مضاف الیہ	مفعول ظرف مضاف	مضاف الیہ

كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتُوا

كُلُوا	وَ+ اَشْرَبُوا	مِنْ	رِزْقِ	اللَّهِ	وَ+ لَا	تَعْتُوا
کھاؤ تم	اور + پیو تم	سے	رزق	اللہ تعالیٰ کے	اور + نہ	پھر تم
فعل امر جمع	عاطفہ + فعل امر جمع	حرف جر	مجرور مضاف	مضاف الیہ	عاطفہ + ناہیہ	فعل نہی

فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ {60}

فِي	الْأَرْضِ	مُفْسِدِينَ
میں	زمین	فساد کرنے والے
حرف جر	مجرور	اسم فاعل (حال) جمع

بامحاورہ ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاشیں کو پتھر پر ماریے (جب مارا) تو اس سے بارہ (12) چشمے پھوٹ پڑے۔ تمام لوگوں نے اپنی پینے کی جگہ کو معلوم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

لغوی نکات:

اِسْتَسْقَى {س ق ی} باب استفعال، اِسْتَسْقَى يَسْتَسْقَى، اِسْتِسْقَاءُ سے (فعل ماضی) اِسْتَسْقَى باب استفعال ہونے کی وجہ سے طلب کا معنی پایا جاتا ہے، یہاں معنی یہ ہے قوم کے لئے پانی مانگا۔

الْحَجَرِ اکلی جمع اَحْجَاذِ آتی ہے۔ اس میں الف لام عہد کا ہے یعنی خاص پتھر مراد ہے۔ بعض کے ہاں یہ الف لام جنس کیلئے ہے جس کا معنی ہے کہ کوئی خاص پتھر نہ تھا بلکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جس پتھر پر عصا مارتے اس میں سے چشمے ابل پڑتے۔

فَانْفَجَرَتْ فا+ اِنْفَجَرَتْ {ف ج ر} باب انفعال، اِنْفَجَرَ، يَنْفَجِرُ سے فعل ماضی واحد مونث غائب۔ امام راغب فرماتے ہیں اِنْفَجَرَ کا معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں جس طرح کہتے ہیں فَجَرَ الْاِنْسَانَ السَّنَةَ ”انسان نے بند میں وسیع شگاف ڈال دیا۔ پانی کا خوب پھوٹ پڑنا، صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے، اس لئے اس کو فجر کہتے ہیں۔

قرآن میں دوسری جگہ اِنْبَجَسَتْ آیا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اِنْبَجَسَتْ کسی تنگ جگہ سے بہہ نکلنے کا نام ہے اور اِنْفَجَرَ میں تنگ جگہ ہو یا کشادہ۔

اَشْتَاتَا عَشْرَةً اس کی رفعی حالت ہے اِنْفَجَرَتْ کا فاعل ہے۔ عَيْنًا: یہ تمیز یا معدود ہے۔ گیارہ سے لے کر انیس تک کے اعداد کا

قرآن مجید کی لغوی تشریح

معدود واحد کے صیغے میں آتا ہے اور منصوب ہوتا ہے۔ لفظ عَيْن مشترک ہے اس کے کئی معنی ہیں۔ قرینے کو دیکھ کر معنی متعین کر دیا جاتا ہے (یہاں مراد 12- چشمے ہے)

اُنَّاسٍ ایسی جمع ہے جسکا اسکے لفظ سے واحد نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک غیر لفظی واحد انسان ہے یا انس ہے مضاف الیہ (لوگوں)۔
مَشْرَبِهِمْ مَشْرَبٌ + هُمْ، باب (س) مرکب اضافی۔ مَفْعَلٌ کے وزن پر ظرف مکان ہے یعنی مَوْضِعٌ مَشْرَبِهِمْ، (پانی پینے کی جگہ)۔
وَلَا تَعْتَوُوا {ع ث ی} باب (ن) عَثِي يَعْثُو سے فعل نہیں جمع مذکر حاضر، فساد میں شدت اور کثرت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (نہ پھرتو)
مُفْسِدِينَ {فس د} باب افعال، اَفْسَدَ يُفْسِدُ سے اسم فاعل جمع مذکر، حال کی وجہ سے حالت نصب (فساد پھیلانا)

تفسیری نکات: جب بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا کے لٹ و دق بیابان اور ریگستان میں پریشان پھرتے پھرتے ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی موجود نہ تھا۔ کافی تلاش و جستجو کے بعد پانی تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اپنی اس لاشچی کو (جو موسیٰ علیہ السلام کو بطور معجزہ ملی تھی اور اس کے بے شمار فوائد تھے، قرآن میں ہے، اس سے درختوں سے پتے جھاڑنا، اس کے مارنے سے سمندر میں راستہ بن جانا، اژدھا بن کر جاوگروں کے سانپ بچھو ہڑپ کر جانا)۔ پتھر پر مار۔ اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑیں گے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے، ہر ایک نے اپنے گھاٹ سے پانی پیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ خشک جنگل میں ان کو پانی مہیا کیا۔ جبکہ ظاہری طور پر کوئی سبب اور سہارا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل سے کھانا، پانی مہیا کرتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اس سے مانگے اور اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم اور شفقت کرنے والی ذات ہے۔ انسان نافرمانی کر کے اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عذاب الہی کا نزول انسان کے اپنے غلط اعمال کے سبب آتا ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّصْبِرَ عَلٰى

و	اِذْ	قُلْتُمْ	يٰ	مُوسٰى	لَنْ + نُّصْبِرَ	عَلٰى
اور	جب	کہا تم نے	اے	موسیٰ علیہ السلام	ہرگز نہ + صبر کریں گے ہم	اوپر
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی + فاعل	حرف ندا	منادئ مرفوع	ناصبہ + مضارع جمع متکلم	جار

طَعَامٍ وَّ اَحَدٍ فَاذْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجُ لَنَا

طَعَامٍ	وَ اَحَدٍ	فَاذْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُخْرِجُ	لَنَا
کھانے	ایک کے	تو + دعا کریں آپ	لئے + ہمارے	رب + اپنے سے	نکالے وہ	لئے + ہمارے
مجرور موصوف	صفت	حرف + فعل امر	جار + مجرور	مفعول مضاف + مضاف الیہ	مضارع (افعال)	جار + مجرور

مِمَّا تُثْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَتَقْبِئُهَا وَفُومَهَا

مِنْ + مَا	تُثْبِتُ	الْأَرْضُ	مِنْ	بَقْلِ + هَا	وَ	تَقْبِئُ + هَا	وَ	فُومِ + هَا
سے + جو چیز	اُگاتی ہے	زمین	سے	ترکاری + اس کی	اور	کھیرے، لکڑی + اسکے	اور	لہسن + اس کا
حرف جار + موصولہ	مضارع	فاعل	جار	مضاد + مضاد الیہ (مجرور)	حرف عطف	مضاد + مضاد الیہ	حرف عطف	مضاد + مضاد الیہ

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ط قَالَ اتَسْتَبْدِلُونَ الزَّيْمِي

وَ	عَدَسِ + هَا	وَ	بَصَلِ + هَا	قَالَ	أ	تَسْتَبْدِلُونَ	الزَّيْمِي
اور	دال مسور + اس کی	اور	پیاز + اس کا	کہا (موسیٰ علیہ السلام) نے	کیا	تبدیل کرتے ہو تم	اس کو جو
حرف عطف	مضاد + اضاف الیہ	عاطفہ	مضاد + مضاد الیہ	فعل ماضی (فاعل)	استفہام	مضارع معلوم	اسم موصول

هُوَ أَدْنَى بِالزَّيْمِي هُوَ خَيْرٌ ط اِهْبِطُوا مِصْرًا

هُوَ	أَدْنَى	بِ	الزَّيْمِي	هُوَ	خَيْرٌ	اِهْبِطُوا	مِصْرًا
وہ	نہلی ہے	بدلے	اس کے جو	وہ	بہتر ہے	اترو تم	کسی شہر میں
ضمیر منفصل	اسم تفضیل	جار	موصول	ضمیر منفصل	اسم تفضیل	فعل امر (ض)	مفعول بہ

فَإِنَّ لَكُمْ مِمَّا سَأَلْتُمْ ط وَضُرِبَتْ

فَ + إِنَّ	لَكُمْ	مِمَّا	سَأَلْتُمْ	وَ	ضُرِبَتْ
پس + بے شک	لئے + تمہارے	جو	سوال کیا تم نے	اور	ماری گئی
جزایہ + حرف مشبہ بالفعل	جار + مجرور	موصولہ	فعل ماضی جمع مخاطب (ف)	حرف عطف	ماضی مجہول

عَلَيْهِمُ الدَّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ط وَبَاعُوا

عَلَيْهِمُ	الدَّلَّةُ	وَ	الْمَسْكَنَةُ	وَ	بَاعُوا
اوپر + ان کے	ذلت	اور	محتاجی	اور	لوئے وہ
جار + مجرور	نائب فاعل	حرف عطف	نائب فاعل	حرف عطف	فعل ماضی (ن)

بِعَضِّ مِّنَ اللَّهِ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ

بِ	عَضِّ	مِّنَ	اللَّهِ	ذَلِكِ	بِ	أَنَّهُمْ
ساتھ	غصے کے	سے	اللہ تعالیٰ	یہ	بسبب	بے شک + وہ
حرف جار	مجرور (مصدر)	حرف جار	مجرور	اسم اشارہ	حرف جار	حرف مشبہ بالفعل + آن کا اسم

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَ

وَ	كَانُوا	يَكْفُرُونَ	بِ	آيَاتِ	اللَّهِ
اور	تھے وہ	وہ انکار کرتے	ساتھ	آیات	اللہ تعالیٰ کی
حرف عطف	ماضی، فعل ناقص + اسم	فعل مضارع (ن)	حرف جار	مجرور مضاف	مضاف الیہ

يَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكِ بِمَا

مَا	يَقْتُلُونَ	النَّبِيْنَ	بِ	غَيْرِ	الْحَقِّ	ذَلِكِ	بِ
اس کے	قتل کرتے تھے وہ	انبیاء علیہم السلام کو	ساتھ	بغیر	حق کے	یہ (سب)	بسبب
موصولہ	فعل مضارع جمع مذكر غائب (ن)	مفعول	جار	مجرور مضاف	مضاف الیہ	اسم اشارہ	جارہ

عَصَا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ {61}

عَصَا	وَ	كَانُوا	يَعْتَدُونَ
نافرمانی کی انہوں نے	اور	تھے وہ	زیادتی کرتے
فعل ماضی (ض)	حرف عطف	فعل ماضی فعل ناقص + اسم	فعل مضارع جمع مذكر غائب باب افتعال

بامحاورہ ترجمہ: اور جب تم نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے اس لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار، ساگ، کلتری، گیہوں، مسور اور پیاز دے۔ آپ نے فرمایا کیا تم بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ (کمکی) چیز طلب کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ کسی شہر میں اتر جاؤ۔ جو تم نے مانگا ہے وہاں سے مل جائے گا اور ان پر ذلت و محتاجی مار دی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیات (نشانوں) کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نافرمانی اور زیادتی کرتے تھے۔

لغوی نکات:

اِذْ	طرف زمان ہے جو اُذْ كُنْ فعل امر محذوف کا مفعول بنتا ہے (جس وقت)
يُؤَسِّى	یا حرف ندا ہے اور مُؤَسِّى منادی ہے۔ اس کی رُفِى، نُصِى، جری حالت ایک جیسی ہوتی ہے، مئی ہے۔ اس کی حالت رُفِى ہے کیونکہ منادی مضاف نہیں ہے۔
لَنْ نُصِِرَ	{ص ب ر} باب (ض) صَبِيْرٌ يَصِيْرُ مضارع معلوم، جمع متکلم، (ر) پر زبر ہے کیونکہ پیچھے لَنْ ناصبۃ المضارع ہے۔ اس کا معنی (ہرگز نہ صبر کریں گے ہم)
طَعَامٍ وَّاحِدٍ	موصوف، صفت اور پیچھے عَلَى حرف جر کی وجہ سے جری حالت ہے۔ مرکب توصیفی ہے۔ ایک کھانا، مراد صَنْ وَّ سَلْوَى۔
فَادَعُ	اُدْعُ، {دع و} باب (ن) سے فعل امر واحد مذکر، اصل میں اُدْعُوْ برونز اُنْضُرْ تھا، اس کا معنی تُو دعا کر۔
رَبِّكَ	رَبِّ مضاف + كَ مضاف الیہ: یہ اُدْعُ کا مفعول ہے (اپنے رب سے)
يُخْرِجُ	{خ ر ج} باب افعال، فعل مضارع، واحد مذکر غائب، اُدْعُ امر کا جواب ہونے کی وجہ سے اس کا آخر (ج) مجزوم ہے۔ اس کا معنی (نکالے وہ) (اللہ تعالیٰ)
مِمَّا	اصل میں مِنْ + مِمَّا تھا، (ن) کو (م) میں ادغام کر دیا، مِمَّا موصولہ ہے (اس چیز سے)
تُنْبِتُ الْأَرْضُ	{ن ب ت} باب افعال، اُنْبِتْ، يُنْبِتْ، اِنْبَاتًا، فعل مضارع واحد مؤنث غائب، اَرْضُ (زمین) مؤنث سماعی ہے اور فعل تَنْبِتُ کا فاعل ہے۔ اس لئے تَنْبِتُ واحد مؤنث لایا گیا ہے (اگانا)
بِقَلْبِهَا	{ب ق ل} مضاف + (ہا) مضاف الیہ، (ہا) ضمیر واحد مؤنث کا مرجع (اَرْضُ) زمین ہے۔ بَقْلٍ واحد ہے اس کی جمع بَقُولٌ اور اَبْقَالٌ آتی ہے، اَرْضُ بِقَلْبِ سبزی والی زمین۔ (ساگ۔ ترکاری وغیرہ) اَبْقَالُ۔ سبزی فروش
فَوْمِهَا	فَوْمٍ + ہا۔ مرکب اضافی ہے۔ مراد لہسن ہے اور بعض نے اس کا معنی گندم کیا ہے۔ امام قرطبی کے قول کے مطابق اکثر مفسرین نے یہی معنی کیا ہے لیکن پہلا معنی زیادہ اہل علم نے کیا ہے۔ جس طرح امیہ بن ابی الصلت نے کہا ہے کانت منازلہم اذ ذاک ظاہر، فیہا القرا دیس والغومات والبصل، تو یہاں شعر میں فَوْمٍ سے مراد لہسن لیا ہے (فتح القدر)۔ المنجد میں ہے، لہسن، گیہوں، چنا، روٹی، وہ چیز جس کی روٹی پک سکے۔ اس کی جمع فَوْمَانٌ آتی ہے۔
عَدَسِهَا	عَدَسٍ + ہا: مضاف + مضاف الیہ: اس کا واحد عَدَسَةٌ ہے۔ حالت جر (مسور کی وال)
بَصْلِهَا	بَصَلٍ بیاز کو کہتے ہیں اس کا واحد بَصَلَةٌ ہے اور اَبْصَلَةٌ لوہے کے خود کو بھی کہتے ہیں، جس طرح کہتے ہیں حَرَجُوا كَانْتَهُمُ الْأَصْلُ وَعَلَى رُؤْسِهِمُ الْبَصَلُ: وہ لوگ نکلے گویا کہ ڈسنے والے سانپ ہیں اور ان کے سروں پر خود ہیں۔ تو یہاں اَصْلُ، اَصْلَةٌ کی جمع ہے (زہریلا قسم کا سانپ)۔ قرآن میں بَصَلٍ سے مراد بیاز ہے۔
اَتَسْتَبْدِلُونَ	اُ + تَسْتَبْدِلُونَ، ہمزہ استفہامیہ ہے، تَسْتَبْدِلُونَ: {ب د ل} باب استفعال، مضارع معلوم جمع مذکر مخاطب (کسی چیز کا

قرآن مجید کی لغوی تشریح

- کسی دوسری چیز سے بدلنے کا مطالبہ کرنا)
- أَدْنَى** {دن و} باب (ن) ذَكَأ يَذْنُو سے اسم تفضیل، مذکر، جس کا معنی قرب ہوتا ہے۔ یہاں مراد (حقیر چیز) جو کہ مَنْ وَسَلْوَى کے مقابلہ میں بہت ہی کم تر ہے۔
- حَيْزٌ** حَيْزٌ اسم تفضیل ہے، اصل میں أَخْيَزْتُهَا، تَعْلِيل کے بعد حَيْزٌ رَہ گیا (بہت بہتر)۔
- أَهْبَطُوا** {ا ب ط} باب (ض) هَبَطَ يَهْبِطُ سے فعل امر جمع مذکر حاضر (اترنا / گرنا) قرآن میں ہے إِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (البقرة: 74/2) بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گر جاتے ہیں۔
- مَصْرًا** مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مخصوص مصر شہر مراد نہیں ہے بلکہ مصر اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہے وہ شہر جس کی حد بندی ہو چکی ہو لیکن امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں موجودہ شہر مصر مراد ہے۔ علمیت اور تانیث موجود ہونے کے باوجود درمیانی کلمہ (ص) ساکن ہونے کی وجہ سے یہ لفظ منصرف ہے۔
- صُرِبَتْ** {ض ر ب} باب (ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب (لازم کردی گئی) صُرِبَتْ کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا، یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں مارنے سے مراد لازم کردی گئی۔ مسلط کردی گئی۔
- الدَّلَّةُ** ذال پر زیر اور ڈ پر پیش معطوف علیہ ہے۔ صُرِبَتْ کا نائب فاعل ہے (خواری و رسوائی)۔
- وَالْمَسْكَنَةُ** باب (ن) سے مصدر میمی ہے۔ اس کا عطف الدَّلَّةُ پر ہے اس لئے مرفوع ہے فقر و ناداری کو کہتے ہیں۔ جملے کا معنی یہ ہے کہ ان پر ذلت و مسکنت چپکا دی گئی، مسلط کردی گئی۔
- بَاءٌ** {ب و ع} باب (ن) بَاءٌ يَبُوءُ سے فعل ماضی جمع مذکر غائب، (لوثنا) وَبَاءَهُ ذُو بَعْضٍ مِنَ اللَّهِ (البقرة: 61/2) (اس حال میں لوٹے کہ ان پر اللہ کا غصہ تھا)، یہ جملہ حال بن رہا ہے۔
- ذَلِكَ** یہ اسم اشارہ ہے اس کا مشار الیہ، ذلت و مسکنت اور اللہ کا غضب ہے۔
- بِائْتَهُمْ** ب + اَنْ + هُمْ: ب سببیہ ہے اور اَنْ حرف مشبہ بالفعل ہے اور هُمْ اس کا اسم ہے۔ اس کا مرجع بنی اسرائیل ہے۔ (بسبب اس بات کے کہ یقیناً وہ تھے)
- ذَلِكَ بِهَا** ذلِكَ، اسم اشارہ ہے، مکرر بیان کیا گیا ہے، ان پر ذلت وغیرہ کا سبب کیا تھا، بِمَا میں با سببیہ اور مَا مصدر یہ یا موصولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کا قتل ناحق کا سبب کیا تھا، جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔
- عَصَا** {ع ص ی} باب (ض) عَصَى، يَعْصِي، مَعْصِيَةٌ سے ماضی معلوم جمع مذکر غائب عَصَوْا اصل میں عَصَيْوُا تھا، تَعْلِيل کی گئی سے پہلے ص پر زبر ہے لہذا مطابقت کے اصول کے تحت یا کو الف سے بدل دیا اور پھر قاعدے کے مطابق الف کو گرا

دیا، عَصَا رَہ گیا، (نافرمانی کرنا)

كَانُوا يَعْتَدُونَ {ع دو باب افتعال، اعتدای، یغتدیی سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، (زیادتی کرنا، حد سے تجاوز کرنا) كَانُوا كے یَعْتَدُونَ پر داخل ہونے کی وجہ سے ماضی استمراری بن گئی ہے۔

تفسیری نکات: بنی اسرائیل جزیرہ نما سینا میں من و سلوئی کھا کھا کر اکتا گئے، حالانکہ یہ چیز ان کو بلا مشقت حاصل ہو رہی تھی۔ تو آخر تنگ آ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمیں مذکورہ خوراک کی بجائے آیت میں مذکورہ چیزیں دال، ترکاری، لہسن و پیاز وغیرہ ملنا چاہئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو قوم کو سمجھایا کہ تمہارا مطالبہ درست نہیں ہے لیکن پھر قوم کے اصرار پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور اس مسئلے کا حل بتایا جو کہ اس کے آگے آیت میں ذکر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کی نعمتیں اور احسانات کئے لیکن وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہے۔ ان کو من و سلوئی بطور خوراک بلا محنت و مشقت ملتا تھا۔ انہوں نے اس پر صبر نہ کیا بلکہ سبزیاں اور ترکاریاں مانگنے لگے۔ جن کا من و سلوئی سے ادنیٰ درجہ ہے۔ ان کی اس ناشکری کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا ان پر غیظ و غضب نازل ہوا۔ ذلت، مسکنت اور حقارت ان کا مقدر ٹھہری۔ مئی 1949ء میں ریاست اسرائیل کے نام سے ان کی حکومت قائم ہوئی۔ مگر اس کا قیام بھی مغربی حکومتوں کے سہارے ہوا اور آج ان کی بقا بھی ان مغربی ممالک کے سہارے پر ہے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت مسلط کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذلت و رسوائی سے مزید دوچار کرے۔ آمین۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے، وہ قوم ذلیل و رسوا ہو جاتی ہے اور اس سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بقا اسی میں مضمر ہے کہ ان کی قدر کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصْرَىٰ

إِنَّ	الَّذِينَ	آمَنُوا	وَ	الَّذِينَ	هَادُوا	وَ	النَّصْرَىٰ
بے شک	جو لوگ	ایمان لائے	اور	جو لوگ	یہودی ہوئے	اور	عیسائی
حرف مشبہ بالفعل	اسم موصول	فعل ماضی (افعال)	عاطفہ	اسم موصول	فعل ماضی (ن)	عاطفہ	معطوف پہلے الَّذِينَ پر

وَالصَّابِرِينَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

وَ	الصَّابِرِينَ	مِنَ	الَّذِينَ	آمَنُوا	بِ	اللَّهِ	وَ	الْيَوْمِ الْآخِرِ
اور	صابی۔ (دین سے منخرف ہوئے)	جو	ایمان لایا	ساتھ+ اللہ تعالیٰ کے	اور	دن+ آخرت کے		
عاطفہ	معطوف اس کا عطف بھی الَّذِينَ پر ہے	موصولہ	فعل ماضی (افعال)	جار+ مجرور معطوف علیہ	عاطفہ	معطوف، موصوف+ صفت		

وَعِبِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ

و	عِبِلَ	صَالِحًا	ف + ل + هُمْ	أَجْرُهُمْ
اور	عمل کئے	نیک	تو + کیلئے + ان کے	اجر + ان کا
عاطفہ	فعل ماضی (س)	مفعول	حرف + جارہ + ضمیر جمع (خبر مقدم)	مضاف + مضاف الیہ (مبتدا مؤخر)

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

عِنْدَ	رَبِّ + هُمْ	و	لَا	خَوْفٌ	عَلَى + هُمْ
پاس	رب + اُن کے	اور	نہ	کوئی خوف	اوپر + ان کے
ظرف، مضاف	مضاف الیہ + مضاف الیہ	عاطفہ	حرف نفی	مصدر (س) اسم لا	جار + مجرور لا کی خبر

{62} وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

و	لَا	هُمْ	يَحْزَنُونَ
اور	نہ	وہ	غم کھائیں گے
عاطفہ	حرف نفی	ضمیر جمع مذکر اسم لا	فعل مضارع (س) خبر لا

بامحاورہ ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی، عیسائی، صابی ہوئے تو ان میں سے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے، ان کے لئے ان کے رب کے ہاں اجر (اچھا بدلہ) ہوگا اور ان پر کسی قسم کا غم و خوف نہ ہوگا۔

لغوی نکات:

{عمرن} باب افعال، آمَنَ، يُؤْمِنُ سے فعل ماضی جمع مذکر غائب، (ایمان لانا)
 بَابُ هَادٍ، يَهْتَدُونَ بِرُوزَنٍ قَالَ يَقُولُ؛ فعل ماضی، جمع مذکر غائب، اس سے مراد جو لوگ طبقہ یہود میں داخل ہوئے خواہ بنی اسرائیل ہوں یا نہ ہوں۔ اصل میں ہاد کا معنی توبہ کرنا اور حق کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے: إِنَّا هَدَيْنَاكَ إِلَىٰ نَجَاتِكَ (اے اللہ) ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

نَصَارَىٰ
 یہ نصاریٰ کی جمع ہے، فلسطین میں ایک قصبہ ناصرة ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، اس قصبہ کی مناسبت سے عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح ناصری کہتے ہیں اور آپ کو ماننے والوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے یعنی ناصرہ میں پیدا ہونے والے مسیح کی امت۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں، قرآن نے ان کے عقیدے کی تردید کی ہے۔ دیکھئے سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 73-74۔

قرآن مجید کی لغوی تشریح

یہ صابی کی جمع ہے باب (ف) سے اسم فاعل جس کا معنی ہے اپنے دین کو چھوڑ دینے والا۔ اِنَّ کے اسم الّذین پر نصاریٰ اور اس (صَابِیْنَ) کا عطف ہے ان کی حالت نصبی ہے (اپنے دین سے منحرف ہونے والے) شروع میں عرب کے جاہل لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صابی کہتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا تھا جس طرح ایک سفر میں ایک مشرک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صابی کہا تھا۔

عَمِلَ صَالِحًا {عمرل} باب (س) عَمِلَ، يَعْمَلُ، عَمَلًا، فعل ماضی، اس میں فاعل هُوَ مخذوف ہے، صَالِحًا مفعول ہے، اس سے وہ عمل صالح مرا ہے جو کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو۔ خود ساختہ عمل صالح معتبر نہ ہوگا۔

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ ف، جزائیہ ہے اور لَهُمْ خبر مقدم ہے اور أَجْرُهُمْ مبتدا موخر ہے۔ یہ سارا جملہ اِنَّ کی خبر ہے یعنی ان کے لئے عند اللہ بہت بڑا اجر و ثواب ہوگا۔

وَلَا خَوْفٌ خَوْفٌ، باب (س) کا مصدر لَا کا اسم ہے جو کہ مبتدا بن رہا ہے اور عَلَيْهِمْ مرکب جاری ہے۔ یہ قَابِطٌ کے متعلق ہو کر خبر ہو جائے گی۔ (ذر)

يَحْزَنُونَ {حزن} باب (س) مضارع معروف جمع مذکر غائب، غمگین ہونا، حزن کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے جبکہ خوف ماضی سے تعلق رکھتا ہے۔ (غمگین ہونا)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نام، خاندان، نسل کی بڑائی کی غلط فہمی کو دور کر دیا ہے اور نجات اخروی کا ایک عظیم اصول بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی یہودی یا عیسائی یا صابی ہو کوئی مخصوص قوم یا نسل خاندانی عزت و امتیاز قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ نجات کا مستحق وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل یقین رکھتا ہو اور عمل صالح کرتا ہو۔ یہ دو اہم اصول ہیں جب اللہ تعالیٰ کو مانیں گے تو اس کے رسول کو بھی مانیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام رسول کے ذریعے سے حاصل ہوں گے اور کسی شخص کا آخرت پر ایمان لانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ثواب و عذاب کو مانتا ہے۔ اور ثواب و عذاب کا یقین اعمال صالحہ کا متقاضی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح ہی نجات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہودیت، عیسائیت اور صابیت کا محض دعویٰ نجات کا باعث نہیں ہے۔ اسی طرح صرف کلمہ پڑھنے سے نجات نہ ہوگی جب تک کلمے کے تقاضوں کے مطابق اعمال نہ کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُم

وَ	إِذْ	أَخَذْنَا	مِيثَاقَكُمْ	وَ	رَفَعْنَا	فَوْقَكُمْ
اور	جب	پکڑا ہم نے	پختہ عہد + تم سے	اور	اٹھایا ہم نے	اوپر + تمہارے
عاطفہ	ظرف زمان	فعل ماضی (فاعل)	مفعول مضاف + مضاف الیہ	عاطفہ	فعل ماضی (فاعل)	مضاف + مضاف الیہ

الطُّورَ طُ حُدُوا مَا آتَيْنَا

الطُّورَ	حُدُوا	مَا	آتَيْنَا	بِ	تُورَةَ
طور (پہاڑ کو)	پکڑو تم	جو	دیا ہم نے	ساتھ	طاقت
مفعول	امر حاضر جمع مذکر	موصولہ	فعل ماضی (فاعل)	حرف جار	مجرور

وَأَذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ {63}

وَأَذْكُرُوا	مَا	فِي + ۴	لَعَلَّ	كُم	تَتَّقُونَ
یاد کرو تم	جو	میں + اس	تاکہ	تم	پرہیز گار بن جاؤ
فعل امر حاضر	موصولہ	جار + مجرور	حرف مشبہ بالفعل	فعل ماضی جمع مذکر مخاطب (فاعل) (خبر)	عاطفہ

بامحاورہ ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور ہم نے کوہ طور کو تمہارے اوپر اٹھا دیا (اور کہا) جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اسکو مضبوطی سے تھام لو اور جو (احکام) اس میں ہیں انکو یاد کرو (رکھو) تاکہ تم متقی (پرہیز گار) بن جاؤ۔

لغوی نکات:

إِذْ طرف ہے جو مضاف ہے اور اس سے پہلے اذْکُرُوا (فعل امر محذوف) ہے اور اذْ اس کا مفعول ہے۔
أَخَذْنَا {ءخذ} باب (ن) سے ماضی معروف جمع متکلم (پکڑنا، لینا، طے کرنا)
مِيثَاقُكُمْ مِيثَاقٌ + كُمْ مرکب اضافی {وثنی} باب (ض) وِثْقٌ وِثْقٌ سے مصدر میثقی ہے، أَخَذْنَا کا مفعول ہے۔ (پختہ عہد، قول وقرار، وہ کام جس پر قسم کھائی گئی ہو)
رَفَعْنَا {رف ع} باب (ف) سے فعل ماضی معروف، جمع متکلم + (نَا) فاعل، (بلند کرنا، اٹھانا، کسی چیز کو زمین سے بلند کرنا، اونچے مرتبہ پر بھی لفظ رَفَعْنَا استعمال ہوتا ہے)
فَوَقَّكُمْ الطُّورَ فَوْقَ طرف مکان ہے جو کہ تَحْتُ اور اَسْفَلَ بمعنی نیچے کی ضد ہے۔ مبنی ہونے کی وجہ سے (ق) پر اصل میں پیش ہوتی ہے اور جب مضاف ہو جائے تو (ق) پر زبر آجاتی ہے جس طرح یہاں ہے اور اگر شروع میں مِنْ آجائے تو (ق) پر زیر آجاتی ہے۔ جیسے مِنْ فَوَقَّكُمْ۔ الطُّورَ يَرَفَعْنَا کا مفعول ہے: یہ مصر کے اس پہاڑ کا نام ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تھے۔ اس کو جبل سینا بھی کہا جاتا ہے۔

حُدُوا باب (ن) فعل امر حاضر، جمع مذکر، اصل میں أَخَذُوا تھا، دوسرے ہمزہ کو خلاف قیاس گرایا۔ شروع والے ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی یا چونکہ دونوں ہمزوں کے ملنے سے جھٹکا پیدا ہوتا تھا اس لئے زبان کی روانی کی خاطر دونوں ہمزوں کو گرا دیا باقی حُدُوا رہ گیا۔ (پکڑو تم)

اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَا + كُمْ، {ءت ی} باب (ض) سے فعل ماضی (جمع متکلم) مصدر، اَتَيْنَا، (فعل، فاعل) اور كُمْ ضمیر جمع اس کا مفعول ہے یہ اَتَيْنَاكُمْ ما موصولہ کا صلہ ہے (موصول + صلہ) مل کر خُذُوا کا مفعول بنتا ہے۔

يُقَوِّتُ بِ (حرف جر) قَوِّتُ {ق و ی} باب (س) سے مصدر ہے، اصل میں قَوِّتَةُ تھا و اوری ایک کلمہ میں جمع ہوئیں، ی کو واؤ سے بدلا، پہلی و کا دوسری و میں ادغام کیا، واو کی مناسبت سے ق کو ضَمَّ (پیش) دی گئی قَوِّتُ ہو گیا، (طاقت، مضبوطی) اُذْكَرُوا + فِيهِ {ز ک ر} باب (ن) فعل امر حاضر جمع، فِيهِ (۴) ضمیر کا مرجع کتاب ہے یعنی جو اس کتاب میں ہے اس کو یاد رکھو، اس کے احکامات پر عمل کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ لَعَلَّ، حرف مشبہ بالفعل ہے اور كُمْ اس کا اسم ہے اور تَتَّقُونَ باب (افتعال فعل مضارع جمع مذكر مخاطب) جملہ فعلیہ ہونے کے بعد لَعَلَّ کی خبر بن گیا۔

تفسیری نکات: بنو اسرائیل کو اللہ تعالیٰ وہ وقت یاد دلا رہے ہیں۔ جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے بار بار مطالبہ کیا کہ ہمیں کوئی مستند و معتبر کتاب دیں تاکہ ہم اس کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر ان سے پختہ عہد لیا۔ جب آسمان سے کتاب (تورات) اتاری گئی تو اسکے احکام کو بھاری سمجھتے ہوئے وہ عمل سے انحراف کرنے لگے اور پختہ عہد کی کوئی پاسداری نہ کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس صریح نافرمانی اور بغاوت کے سدباب کیلئے طور پہاڑ کو اٹکے سر پر کھڑا کر دیا اور ان سے وعدہ لیا گیا کہ اس کتاب پر پابندی سے عمل کرو ورنہ تم پر یہ پہاڑ گرا دیا جائیگا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اب خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ اس میں ہم مسلمانوں کے لئے یہ درس ہے کہ ہم بھی کتاب الہی قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑیں۔ اس کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور تقویٰ کی زندگی گزاریں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارہ ناممکن ہے۔ مہلت تو مل سکتی ہے لیکن لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	مِّنْ	بَعْدِ	ذَلِكَ	فَ	لَوْ	لَا	فَضْلُ	اللَّهُ
پھر	پھر گئے تم	سے	پچھے	اس کے	تو	اگر	نہ (ہوتا)	فضل	اللہ تعالیٰ (کا)
حرف تراخی	فعل ماضی	جار	مضاف	مضاف الیہ	حرف	شرط	نفی	مبتدا مضاف	مضاف الیہ / معطوف علیہ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَسِرِينَ {64}

عَلَيْكُمْ	وَ	رَحْمَتُهُ	لَكُنْتُمْ	مِّنْ	الْخَسِرِينَ
پر + تم	اور	رحمت + اس کی	یقیناً + ہو جاتے تم	سے	گھانا پانے والوں
جار + مجرور	عاطفہ	مضاف + مضاف الیہ (معطوف)	لام تاکید + فعل ناقص + اسم	جار	اسم فاعل جمع - (كُنْتُمْ کی خبر)

قرآن مجید کی لغوی تشریح

بماحاورہ ترجمہ: پھر تم اس کے بعد پھر گئے، تو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو یقیناً تم گھانا پانے والے ہو جاتے۔

لغوی نکات:

تَوَلَّيْتُمْ {ول ی} باب تفعّل سے فعل ماضی جمع مذکر حاضر، اعراض اور انحراف کو کہتے ہیں، [منہ موڑنا]۔
لَوْلَا اس کو متناہیہ کہتے ہیں [یعنی] اگر (یہ) نہ ہوتا تو اس طرح ہوتا، یہ لفظ لَو حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔
فَضَّلُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مرکب اضافی اور عَلَيْكُمْ مرکب جاری ہے جو کہ فَضَّلُ مصدر کے متعلق ہے اور یہ جملہ لَوْلَا فَضَّلُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ معطوف علیہ ہے اور رَحْمَتُهُ مرکب اضافی ہو کر معطوف ہے۔ یہ معطوف علیہ اور معطوف ل کر مبتدا بن جاتا ہے اور اس کی خبر محذوف (حَاضِرٌ) ہے۔ اس طرح یہ جملہ شرطیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت خاص تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔

لَكُنْتُمْ (لَ + كُنْتُمْ) لام تاکید کا ہے جو کہ جواب شرط میں آیا ہے، جملے میں مزید تاکید پیدا کر رہا ہے، [تم یقیناً خسارہ پانے والوں سے] ہو جاتے۔

تفسیری نکات: بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے احسانات بے شمار تھے اور ان کی طرف سے شکر کی بجائے ناشکری ہوتی رہی۔ پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کتاب کا مطالبہ کیا جو تورات کی شکل میں پورا ہوا لیکن انہوں نے ان عہدوں کو توڑ دیا جو کتاب کے سلسلہ میں کئے گئے تھے۔ یہاں پر بنی اسرائیل سے کہا جا رہا ہے کہ اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و رحمت نہ ہوتی تو وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو انسان کو نقصان سے بچاتا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ

و	لَ + قَدْ	عَلِمْتُمْ	الَّذِينَ	اعْتَدَوْا	مِنْ + كُمْ
اور	یقیناً + یقیناً	جان لیا تم نے	ان لوگوں کو	جنہوں نے زیادتی کی	سے + تم
عاطفہ	تاکید در تاکید	فعل ماضی (فاعل)	اسم موصول (مفعول)	فعل ماضی جمع مذکر	جار + مجرور

فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا

فِي	السَّبْتِ	فَ + قُلْنَا	لَ + هُمْ	كُونُوا
(کے بارے) میں	ہفتہ	تو + کہا ہم نے	لئے + ان کے	ہو جاؤ تم
جار	مجرور	حرف + فعل ماضی جمع متکلم (فاعل)	جار + مجرور	فعل امر، جمع مذکر، فعل ناقص انْتُمْ اس کا اسم

قِرَادَةٌ حُسَيْنٍ ج {65}

قِرَادَةٌ	حُسَيْنٍ
بندر	دھنکارے ہوئے
کَانَ کی خبر (موصوف)	صفت حال

بامحاورہ ترجمہ: اور یقیناً بے شک تم کو ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے ان سے کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

لغوی نکات:

{ل+قَدْ} لَن تاکید کا ہے اور قَدْ بھی ماضی پر داخل ہو کر تاکید کا معنی پیدا کرتا ہے، یہ تاکید در تاکید ہے (یقیناً یقیناً)۔
 {ع د ی} باب افتعال سے ماضی، اصل میں اِسْتَدْيُوا تھا، ی پر ضمہ (پیش) بھاری تھا، ضمہ (پیش) کو ہٹا دیا تو (ی) ساکن ہوگی جبکہ (و) پہلے ہی ساکن تھی پھر (ی) کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرا دیا، اور (و) ساکن رہ گئی اور اِسْتَدْيُوا بن گیا، [حق سے تجاوز کرنا]۔

مرکب جاری، سَبْتِ کا اصل معنی (قطع کرنا) ہے، ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن ہے جس کا نام ہفتہ ہے جو جمعہ کے بعد آتا ہے۔ یہودی لوگ اس دن اپنے کاروبار چھوڑ دیتے تھے، اس لئے اس روز کا دوسرے کاروباری ایام سے رشتہ کٹ گیا، یہ دن ان کی عبادت کے لئے ہو گیا۔

یہ جمع ہے اور اس کی واحد قِرَادٌ ہے۔ قِرَادَةٌ، کُنُوتَا کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ [بندر]

{خس ع} باب (ف) سے اسم فاعل جمع مذکر، كُنْتُمْ کی ضمیر اَنْتُمْ سے حال ہے یا قِرَادَةٌ کی صفت ہے [ذلیل و خوار ہونے والے]۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن شکار سے منع کیا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی عدولی کی، نہ مانا، تو اللہ تعالیٰ نے خلاف ورزی کرنے والوں کو ذلیل بندر بنا دیا۔ بعض دفعہ اللہ کا حکم بطور آزمائش ہوتا ہے، صبر کا دامن چھوٹ جانے کی وجہ سے انسان عذاب الہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بہر حال نعمت کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور مصیبت کے وقت صبر کرنا چاہئے۔

فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا

فَ	جَعَلْنَاهَا	هَا	نَكَالًا	لِّمَا
پس	بنایا ہم نے	اس کو	عبرت	واسطے + اس کے جو
حرف	فعل ماضی جمع متکلم (فاعل)	مفعول اول	مفعول ثانی	جار + مجرور موصولہ

بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا

ہَا	خَلْفَ	مَا	وَ	بَيْنَ + يَدَيْ + هَا
اس کے	پچھے	جو	اور	درمیان + دو ہاتھوں + اس کے (مراد اس کے سامنے موجود لوگوں کے لئے ہے)
مضاف الیہ	ظرف مضاف	موصولہ	عاطفہ	ظرف مضاف + مضاف الیہ مضاف + مضاف الیہ

{66} وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ

لِ + الْمُتَّقِينَ	مَوْعِظَةً	وَ
کے لئے + پرہیز گاروں	نصیحت	اور
جار + مجرور۔ اسم فاعل جمع مذکر	مفعول ثالث	عاطفہ

بامحاورہ ترجمہ: ہم نے (بندر بن جانے والی) اس (قوم) کو اس زمانے کے موجود اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے باعث عبرت اور پرہیز گاروں کے لئے باعث نصیحت بنایا۔

لغوی نکات:

جَعَلْنَا هَا جَعَلْنَا + هَا باب (ف) سے فعل ماضی۔ تا ضمیر جمع متکلم (فاعل) ہا ضمیر واحد مؤنث مفعول، (جو زیادتی کرنے والی) اس (قوم) یا اس کی (سزا) کی طرف لوٹ رہی ہے۔ [بنایا ہم نے اس (سزا) کو]

تکالاً {ن ک ل} باب (ض) سے مصدر (سزا جو عبرت ناک ہو)۔

مَا بَيْنَ يَدَيْهَا مَا بمعنی مَنْ ہے اور بَيْنَ ظرف ہے جو کہ معنی علی الفتح ہے یعنی یہ اس طرح کا معنی ہے کہ اس کے آخر میں زبر (=) ہوگی معنی [درمیان] (بَيْنَ يَدَيْهَا) کا شنیہ حالت جری، لفظی معنی (جو اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان مراد آگے) اور بامحاورہ معنی [جو اس کے سامنے (موجود) ہے] یہ خَلْفَ کی ضد ہے، بَيْنَ يَدَيْهَا، اس کا استعمال ظرف زمان اور مکان دونوں طرح ہوتا ہے۔ ظرف زمان کی صورت میں اس کا معنی اس وقت کے موجود لوگ اور ظرف مکان کی صورت میں اس کا معنی آگے یا سامنے ہوتا ہے۔ یہاں ظرف زمان کا معنی مراد ہے۔

خَلْفَهَا + هَا۔ خَلْفَ بھی ظرف زمان اور مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، یہاں مضاف ہے اور ظرف زمان والا معنی ہے۔ ہا (ضمیر مضاف الیہ)، [اس (سزا یافتہ قوم) کے بعد میں آنے والے]۔

مَوْعِظَةً {و ع ظ} باب (ض) وَعَظَّ يَعِظُ سے اسم مصدر، [نصیحت] وہ نصیحت جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے۔ خلیل نحوی کا قول ہے کہ کسی شخص کو بھلائی کی یاد دہانی اس طرح کرائی جائے کہ اس کے دل پر اثر ہو۔

قرآن مجید کی لغوی تشریح

تفسیری نکات: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یقیناً بہت بڑے عذاب کا سبب بنتی ہے۔ سزا کے لئے انسانوں کی صورت کا مسخ ہونا اور بندر بن جانا ایک بڑا عذاب ہے۔ انسان کو سابقہ اقوام پر مسلط کئے گئے، عذاب اور اس کے سبب سے ڈرنا چاہئے تاکہ اس سے نصیحت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرے۔

وَ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ

وَ	إِذْ	قَالَ	مُوسَىٰ	لِ + قَوْمِهِ + ۛ	إِنَّ	اللَّهُ
اور	جب	کہا	موسیٰ علیہ السلام نے	واسطے + قوم + اپنی کے	یقیناً	اللہ تعالیٰ
عاطفہ	ظرف زمان	فعل ماضی	فاعل	جار + مجرور مضاف + مضاف الیہ	حرف مشبہ بالفعل	إِنَّ کا اسم

يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً

يَأْمُرُ	كُمْ	أَنْ	تَذْبَحُوا	بَقَرَةً
حکم دیتا ہے	تم کو	یہ کہ	ذبح کرو تم	گائے کو
فعل مضارع (ن) إِنَّ کی خبر	مفعول	حرف ناصبہ	فعل مضارع (فاعل)	مفعول

قَالُوا اتَّخَذْنَا هُزُؤًا قَالِ

قَالُوا	آ	تَتَّخِذُ	نَا	هُزُؤًا	قَالَ
انہوں نے کہا	کیا	پکڑتا ہے تو	ہم کو	مذاق	کہا (موسیٰ علیہ السلام نے)
فعل ماضی (فاعل)	ہمزہ استفہام	فعل مضارع (فاعل)	مفعول اول	مفعول ثانی	فعل ماضی (فاعل)

أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ {67}

أَعُوذُ	بِ + اللَّهِ	أَنْ	أَكُونَ	مِنَ	الْجَاهِلِينَ
میں پناہ پکڑتا ہوں	ساتھ + اللہ کے	یہ کہ	ہو جاؤں میں	سے	جاہل لوگوں
فعل مضارع واحد متکلم (فاعل)	جار + مجرور	ناصبۃ المضارع	مضارع واحد متکلم (فاعل)	حرف جار	اسم فاعل (جاہل کی جمع) مجرور

بامحاورہ ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو قوم نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہل

قرآن مجید کی لغوی تشریح

ہو جاؤں (تمہیں مذاق کر کے)

لغوی نکات:

ظرف زمان ہے جو کہ فعل محذوف کا مفعول ہوتا ہے۔ (تم یاد کرو اس۔۔۔۔۔ وقت کو)	إِذْ
{ذبح} باب (ف) سے فعل مضارع جمع مذکر مخاطب، اصل میں تَذْبِحُونَ تھا اس سے پہلے آن ناصبہ المضارع آنے کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا ”کہ“ [تم ذبح کرو]	تَذْبِحُوا
جمع {بَقْرًا اور بَقَرَاتٌ} ہے، تَذْبِحُوا کا مفعول ہے۔ بَقْرًا کی (ق) پر تنوین تنکیر (نکرہ) کے لئے ہے کہ کوئی گائے لے کر ذبح کرو، خاص نہیں ہے۔	بَقْرًا
{اذ و} باب (ف) سے مصدر بمعنی اسم مفعول، یہ تَذْبِحُوا کا دوسرا مفعول ہے، (مذاق)	هٰذُوًا
{ع و ذ} باب (ن) سے مضارع واحد متکلم، ماضی مضارع، عَوَّذَ يَعُوذُ۔ تَعْلِيل کے بعد، (عَاذَ، يَعُوذُ) (میں پناہ پکڑتا/ مانگتا ہوں)	أَعُوذُ

أَنْ أَكُونَ أَنْ نَاصِبَةُ المضارع ہے، أَكُونَ افعال ناقصہ میں سے ہے {ک و ن} باب (ن) ماضی مضارع {كَانَ، يَكُونُ}، أَنْ نَاصِبَةُ المضارع) کی وجہ سے فعل مضارع أَكُونَ کے (ن) پر زبر ہے، اَنَا اس کا اسم ہے (یہ کہ ہو جاؤں میں)

مِنْ الْجَاهِلِينَ مرکب جاری ہے، جَاهِلِينَ (مجرور) باب (س) ماضی مضارع {جَهَلَ، يَجْهَلُ} سے اسم الفاعل جَاهِلٌ، جمع جَاهِلُونَ جری حالت جَاهِلِينَ ہے [جہالت اختیار کرنے والے، بے وقوف بننا/ ہونا، نادان لوگ]، جہالت یہ ہے کہ انسان حق کے علم سے نا آشنا ہو۔

تفسیری نکات: بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہوا، بسیار کوشش کے باوجود قاتل نہ مل سکا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کرو، بنو اسرائیل گائے کو انتہائی مقدس مانتے تھے جس طرح ہندو کے ہاں گائے مقدس ہے، انہوں نے موئی علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں۔ کہ قتل اور گائے کے ذبح میں کیا تعلق ہے؟ موئی علیہ السلام نے جواب دیا ”کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں“ میں مذاق نہیں کر رہا، اگر ایسا کروں گا تو جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا کیونکہ مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا

قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَنَا
انہوں نے کہا	تو دعا کر	لئے + ہمارے	رب + اپنے (سے)	بیان کرے وہ	لئے + ہمارے
فعل ماضی جمع (فاعل)	فعل امر (فاعل)	جار + مجرور	مضاف + مضاف الیہ (مفعول)	فعل مضارع	جار + مجرور

مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا

مَا	هِيَ	قَالَ	إِنَّ + وُ	يَقُولُ	إِنَّ + هَا
کیا (کیسی)	وہ (گائے)	کہا اس (موسیٰ علیہ السلام) نے	یقیناً وہ (اللہ)	فرماتا ہے وہ (اللہ)	بے شک + (وہ)
استفہامیہ مبتدا	ضمیر مؤنث خبر	فعل ماضی (فاعل)	حرف مشبہ بالفعل + اسم	فعل مضارع (فاعل)	حرف مشبہ بالفعل + ضمیر تانیث اسم

بَقْرَةٌ لَا فَارِصٌ وَلَا يَكْرٌ ۚ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ ۚ

بَقْرَةٌ	لَا	فَارِصٌ	وُ	لَا	يَكْرٌ	عَوَانٌ	بَيْنَ	ذَلِكَ
گائے	نہ ہو	بوڑھی	اور	نہ (ہو)	کنواری	درمیانی (عمر میں)	درمیان	اس کے
موصوف	نافیہ	اسم فاعل (صفت) معطوف علیہ	عاطفہ	نافیہ	معطوف	صفت مشبہ	مضاف	مضاف الیہ

{68} فَأَفْعَلُوا مَا تَوَمَّرُونَ

فَ + أَفْعَلُوا	مَا	تَوَمَّرُونَ
پس (تو) + تم کرو	جو	تمہیں حکم دیا جا رہا ہے
عاطفہ + فعل امر جمع مذکر	موصولہ	فعل مضارع مجہول جمع مذکر مخاطب

بامحاورہ ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کر کہ وہ ہمیں وضاحت کرے کہ اس (گائے) کی حقیقت کیا ہے؟ تو کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) کہ وہ (اللہ) فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھڑی۔ اس کے درمیان جوان عمر کی ہو تمہیں جو حکم دیا جا رہا ہے (اس کو) کرو۔

لغوی نکات:

{ب ی ن} باب تفعیل سے فعل مضارع واحد مذکر غائب، جواب امر کی وجہ سے حالت جزم میں ہے۔ (بیان، وضاحت کرنا)۔
 {ف رض} باب (ک) فَرَضَ يَقْرَضُ سے اسم فاعل۔ حالت رفع [بوڑھی / عمر رسیدہ]
 {ب ک ر} باب (س) بَكَرَ يَبْكُرُ سے صفت مشبہ، مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ہے۔ اس کی جمع آبِ كَار [کنواری] جس نے بچہ نہ جنا ہو۔
 {ع و ن} باب (ن) سے صفت مشبہ اس کی جمع عَوْنٌ ہے، اصل میں عَوْنٌ۔ و۔ پر پیش ہے لیکن و کو تخفیفاً ساکن کیا گیا، [درمیانی عمر] عورتوں اور مویشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو۔

قرآن مجید کی لغوی تشریح

آلہٴ البقرة / ۲

تُوْمَرُونَ {ء مرر} باب (ن) اَمَرَ، يَأْمُرُ سے مضارع مجہول، جمع مذکر مخاطب، [تم حکم دیئے گئے ہو] **تفسیری نکات:** بنی اسرائیل اپنی گندی عادت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام سے پھر سوال کرنے لگے کہ اللہ سے اس گائے کی حقیقت بیان کروا دیں تو اللہ نے جواب دیا کہ وہ گائے نہ بہت بوڑھی ہو اور نہ بالکل بچی ہو بلکہ درمیانی عمر کی جوان ہو۔ اب تم کو جو حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل کریں، ٹال مٹول نہ کریں۔ درس یہ ہے کہ اللہ کے احکام میں سختی سے کام نہیں لینا چاہئے، بس اللہ کا حکم بغیر کسی حیل و حجت کے ماننا چاہئے۔

قَالُوا اِدْعُ لَنَا رَبَّكَ يَبِينُ لَنَا

قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يَبِينُ	لَنَا
انہوں نے کہا	دعا کرتو	لئے + ہمارے	رب + اپنے سے	وہ (اللہ) بیان کرے	لئے + ہمارے
فعل ماضی (فاعل)	فعل امر (فاعل)	جار + مجرور	مضاف + مضاف الیہ (مفعول)	فعل مضارع مجزوم	جار + مجرور

مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا

مَا	لَوْنُهَا	قَالَ	إِنَّهَا	يَقُولُ	إِنَّهَا
کیسا ہو	رنگ + اس کا	اس نے کہا	یقیناً + وہ (اللہ)	فرماتا ہے (اللہ)	بے شک + وہ
استفہامیہ (مبتدا)	مضاف + مضاف الیہ (خبر)	فعل ماضی	حرف مشبہ بالفعل + اسم	فعل مضارع (ن)	حرف مشبہ بالفعل + اسم

بَقْرَةٌ صَفْرَاءٌ فَاقَعَّ لَوْنُهَا تَسْرُّ النَّظِيرِينَ {69}

بَقْرَةٌ	صَفْرَاءٌ	فَاقَعَّ	لَوْنُهَا	تَسْرُّ	النَّظِيرِينَ
گائے	زرد رنگ کی ہو	خوب گہرا ہو	رنگ + اس کا	خوش کر دے	دیکھنے والوں کو
إِنَّ کی خبر موصوف	صفت نمبر 1	صفت نمبر 2 اسم فاعل	مضاف + مضاف الیہ فَاقَعَّ کا فاعل ہے	فعل مضارع (فاعل)	اسم فاعل جمع مذکر (مفعول)

بامحاورہ ترجمہ: (بنی اسرائیل کہنے لگے) کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے دعا کر کہ وہ ہمیں بتا دیں کہ اس (گائے) کا رنگ کیسا ہو، تو جواب ملا کہ اس کا رنگ زرد ہو، خوب گہرا ہو، دیکھنے والوں کو خوش کر دے۔

لغوی نکات:

لَوْنُهَا لَوْنٌ + ہا۔ لَوْنٌ، مفرد مضاف۔ اس کی جمع لَوَانٌ ہے + مضاف الیہ (مضاف + مضاف الیہ مل کر خبر ہوئی، - مَا۔ استفہامیہ مبتدا کی) [اس کا رنگ]

صَفْرَاءٌ {ص ر ف} فَعْلَاءٌ کے وزن پر أَصْفَرٌ مونث سے صفت مشبہ ہے، غیر منصرف ہے اور بَقْرَةٌ کی صفت ہے۔ [زرد رنگ]

قرآن مجید کی لغوی تشریح

فَاتِعٌ {ف ق ع} باب (ن) (ف) سے اسم فاعل ہے، بَقْرٌ کی دوسری صفت ہے، لَوْنُهَا، مرکب اضافی۔ یہ لَوْنُهَا فَاتِعٌ اسم فاعل کا فاعل بنتا ہے، [گہرا ہو اس کا رنگ]

تَسْرٌ {س ر د} باب (ن) تَسْرِيْسٌ سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، [خوش کر دے وہ (گائے)]
النَّظْرَيْنِ {ن ظ ر} باب (ن) نَظَرَ، يَنْظُرُ سے اسم فاعل جمع مذکر، حالت نصب (مفعول) [دیکھنے والوں کو]
تفسیری نکات: بنی اسرائیل کثرت سوال میں مشہور تھے اور سوال بھی احقانہ کرتے تھے۔ کہنے لگے اچھا یہ پوچھئے کہ اس گائے کا رنگ کیا ہو؟ تو فرمایا کہ اللہ نے جواب دیا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کر دے۔ ان کے ہر مطالبے کو پورا کیا گیا کہ چلو اب اس صفت کی حامل گائے تلاش کرو۔

قَالُوا اِدْعُ لَنَا رَبَّكَ يَبْنَ لَنَا

قَالُوا	اِدْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يَبْنَ	لَنَا
انہوں نے کہا	تو دعا کر	لئے + ہمارے	رب + اپنے سے	وہ بیان کرے	لئے + ہمارے
فعل ماضی جمع مذکر	فعل امر (فاعل)	جار + مجرور	مفعول مضاف + مضاف الیہ	فعل مضارع مجرور	جار + مجرور

مَا هِيَ اِنَّ الْبَقْرَ تَشْبَهَ عَلَيْنَا

مَا	هِيَ	اِنَّ	الْبَقْرَ	تَشْبَهَ	عَلَيْنَا
کیسی (ہو)	وہ	یقیناً	گائے	مشتبہ ہوگئی ہے	پر + ہم
استفہام (مبتدا)	ضمیر تانیث (خبر)	حرف مشبہ بالفعل	اِنَّ کا اسم	فعل ماضی (مفاعله) اِنَّ کی خبر	جار + مجرور

وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُونَ {70}

وَ	اِنَّا	اِنْ	شَاءَ	اللّٰهُ	لَمُهْتَدُونَ
اور	یقیناً ہم	اگر	چاہا	اللہ تعالیٰ (نے)	یقیناً + ہدایت پانے والے ہیں
عاطفہ	حرف مشبہ بالفعل + اسم	حرف شرط	فعل ماضی	فاعل	اسم فاعل جمع مذکر (اِنَّ کی خبر)

بامحاورہ ترجمہ: بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمارے لئے وضاحت کرے کہ یہ گائے کیسی ہو کیونکہ گائے ہم پر متشابہ ہو چکی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم یقیناً ہدایت پانے والے ہوں گے۔

لغوی نکات:

اِدْعُ {د ع و} باب (ن) دَعَا، يَدْعُو سے فعل امر واحد مذکر ہے (تو دعا کر)

لَا شَيْئَةَ فِيهَا قَالُوا لَنْ جُتْ

لَا	شَيْئَةَ	فِي + هَا	قَالُوا	الْأَنَّ	جُتْ
نہ (ہو)	(کوئی) داغ	میں + اس	انہوں نے کہا	اب	تو لایا یہ
نفی	لا کا اسم	جار + مجرور (لا کی خبر)	فعل ماضی (فاعل) (ن)	ظرف زمان	فعل ماضی واحد مذکر مخاطب (ض)

بِالْحَقِّ ط فَذَبْحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ {71}

بِا + الْحَقِّ	فَ + ذَبْحُوهَا	وَ	مَا	كَادُوا	يَفْعَلُونَ
کو۔ ساتھ + حق	تو + ذبح کیا انہوں نے + اس (گائے) کو	اور	نہیں	قریب (تھے)	(کہ) وہ کرتے
جار + مجرور	حرف + فعل ماضی (فاعل) + مفعول	حرف عطف	نافیہ	(افعال مقاربہ) فعل ماضی جمع	فعل مضارع جمع

بامحاورہ ترجمہ: (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہو جو جوتی ہوئی نہ ہو کہ زمین کو پھاڑتی ہو (بل چلاتی ہو) اور نہ کھیتی کو پانی پلاتی ہو، صحیح و سالم ہو، اس میں کسی قسم کا داغ نہ ہو، وہ بولے اب آپ نے سچ بات کہی ہے لیکن وہ اس طرح کرنے کو تیار نہ تھے۔

لغوی نکات:

ذَلُولٌ {ذل ل} باب (ن) سے فَعُولٌ کے وزن پر اسم واحد مبالغہ اور جمع ذُلُولٌ ہے۔ یہ (بِقَرَّةٍ) کی صفت اول ہے۔ [مسخریا ماتحت ہو کر کام پر جتا ہونا] (کھیتی باڑی کے لئے ہل چلانے کے کام آئے)۔

تُشِيرُ {ث و ر} {باب افعال}، أَشْوَرُ، يُشْوِرُ، مصدر (إشوار/إشاور) اِشْوَرَةٌ سے تلعیل کے بعد استعمالی حالت، أَشَارَ، يُشِيرُ، مصدر إِشَارَ، تُشِيرُ فعل مضارع، واحد مؤنث غائب، اس میں ضمیر ہی فاعل ہے جو گائے کی طرف لوثتی ہے یہ جملہ لا ذُلُولٌ کی تفسیر ہے، [زراعت و کاشتکاری کے لئے زمین کو کھودنا، پھاڑنا]

تَسْقِي {س ق ی} باب (ض) سَقَى، يَسْقِي، سے فعل مضارع، واحد مؤنث غائب [پلانا، پانی پلانا]

مُسَلِّمَةٌ {س ل م} باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث یہ بِقَرَّةٍ کی صفت ہے۔ اسی لئے مرفوع ہے۔ [صحیح سالم، بے عیب]

لَا شَيْئَةَ شَيْئَةَ۔ باب (ض) وَشَيْئِيئِي۔ بر وزن وَعَدَى وَعَدَى۔ عَدَى کی طرح ف کلمہ (د) مخذوف ہے اور اس کے عوض آخر میں آئی ہے۔ یہ لا کا اسم ہے۔ [داغ دھبہ]

تفسیری نکات: موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے سادہ حکم میں سوال و جواب کے ذریعے بہت سی مشکلات پیدا کر لی تھیں کہ گائے کیسی ہو؟ جواب ملا کہ کھیتی باڑی کے کام نہ آئی ہو اور نہ ہی کھیتوں کو پانی پلانے کا اس سے کام لیا گیا ہو ہر قسم کے عیب سے صحیح سالم ہو، کسی قسم کا داغ دھبہ بھی اس میں نہ ہو۔ تمام سوالوں کے جواب کے بعد اس کام کرنے کو تیار ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کے احکامات میں تکلف نہیں کرنا چاہئے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا

و	اِذْ	قَتَلْتُمْ	نَفْسًا
اور	جب	قتل کیا تم نے	ایک جان کو
حرف عطف	ظرف زمان	فعل ماضی جمع مذکر مخاطب (فاعل) (ن)	مفعول

فَاذْرَأْءْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا

فَ+ اِذْرَأْءْتُمْ	فِي+هَا	وَ	اللَّهُ	مُخْرِجٌ	مَّا
پھر+ تم ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے	میں+ اس (قتل میں)	اور	اللہ تعالیٰ	نکالنے والا ہے	جو
فعل ماضی (فاعل)	جار+ مجرور	حرف عطف	مبتدا	اسم فاعل (خبر)	موصولہ

كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ {72}

كُنْتُمْ+ تَكْتُمُونَ
تھے تم + چھپاتے
فعل ناقص ماضی (اسم) + فعل مضارع جمع مذکر مخاطب (كُنْتُمْ کی خبر)

بامحاورہ ترجمہ: (وہ وقت یاد کرو) جب تم (اے بنی اسرائیل) نے ایک جان کو قتل کر کے آپس میں ایک دوسرے پر (قتل) ڈالنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ تمہاری چھپی ہوئی باتوں کو (نکالنے) ظاہر کرنے والا ہے۔

لغوی نکات:

قَتَلْتُمْ [قتل] باب (ن) قَتَلَ، يَقْتُلُ سے فعل ماضی، جمع مذکر حاضر، (قتل کرنا، مار ڈالنا)
فَاذْرَأْءْتُمْ ف عاطفہ اور اِذْرَأْءْتُمْ {د ر ع} باب (تفاعل) (مصدر تَدَارَعُوْا) ہے۔ اصل میں تَدَارَعْتُمْ تھا، بروزن اِقَاعَلْتُمْ فعل ماضی، جمع مذکر مخاطب۔ تخفیف کے لئے (ت) کو دال سے بدل کر پہلے سے موجود دال میں ادغام کر دیا اور شروع میں ابتدائے سکون کی وجہ سے ہمزہ وصلی لایا گیا [تم ایک دوسرے پر قتل کا الزام لگانے لگے] [جھگڑے میں بات (جرم) کو ایک دوسرے پر ڈالنا]

مُخْرِجٌ {خ ر ج} باب افعال، اَخْرَجَ، يُخْرِجُ، اِخْرَجَ سے اسم الفاعل، واحد مذکر، حالت رفع [نکالنے والا، باہر نکالنے والا، ظاہر کرنے والا]

مَا كُنْتُمْ مَا موصولہ ہے اور كُنْتُمْ فعل ماضی جمع مذکر مخاطب (افعال ناقصہ) سے ہے اور اس کا اسم انْتُمْ ہے۔ [جو تھے تم]

{کت مہ} باب (ن) کُتِمَ، یُکْتَمُ، کُتِمُوا وَ کُتِمْنَا سے مضارع معلوم، جمع مذکر مخاطب، یہ کُتِمْتُ کی خبر ہے اور پھر یہ صلہ بنتا ہے مآ موصولہ کا، موصول صلہ، یہ سارا جملہ مل کر مُخْرِجٌ کا مفعول ہے۔ اور مُخْرِجٌ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل (ہو) اور مفعول سے مل کر لفظ اللہ کی خبر ہوئی [چھپانا، پردہ ڈالنا] (جس کو تم چھپاتے تھے) اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔

تفسیری نکات: سابقہ آیات میں ایک گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہو گیا، قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ مشتبہ افراد ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے۔ اصل قاتل کو پہچاننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اور وہ جس بات کو چھپاتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا ظاہر کرنا چاہا تاکہ ان کے پوشیدہ قاتل کو ظاہر کیا جائے اور وہ بخوبی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اور وہ جب بھی چاہے اس کو ظاہر کر سکتا ہے۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْا بِبَعْضِهَا

فَ	قُلْنَا	اضْرِبُوْا	بِ	بَعْضِ	هَا
تو (پھر)	ہم نے کہا	مارو تم + اس کو	ساتھ	بعض حصے کے + اس (گائے) کے	
عاطفہ	فعل ماضی (فاعل) (ن)	فعل امر جمع، فاعل + مفعول	حرف جار	مضاف + مضاف الیہ (مجرد)	

كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ

كَذٰلِكَ	يُحْيِي	اللّٰهُ	الْمَوْتٰى	و	يُرِيْكُمْ
اسی طرح	زندہ کرتا ہے	اللہ تعالیٰ	مردوں کو	اور	وہ دکھاتا ہے + تم کو
کلمہ تشبیہ	فعل مضارع (افعال)	فاعل	مفعول	عاطفہ	فعل مضارع (فاعل) + مفعول اول

اٰتِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ {73}

اٰتِيْهِ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
آیات + ۴	لَعَلَّ + تم	تَعْقِلُوْنَ
نشانیوں + اپنی	تاکہ + تم	غور و فکر کرو
مضاف + مضاف الیہ (مفعول ثانی)	کلمہ ترجی + اسم	فعل مضارع، جمع مذکر مخاطب لَعَلَّ کی خبر

بامحاورہ ترجمہ: اور ہم (اللہ تعالیٰ) نے (بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کے بعد) کہا (حکم دیا) کہ اس گائے کے بعض حصے کو (یعنی گوشت کو مقتول کے جسم کے ساتھ مارو) لگاؤ (تو اس طرح تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا) اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے

اور تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

لغوی نکات:

فَقُلْنَا {ق ول} باب (ن) فعل ماضی جمع متکلم [ہم نے کہا]	فَقُلْنَا
{ض رب} باب (ض) سے فعل امر (جمع مذکر حاضر) + ضمیر متصل، واحد مذکر غائب۔ مفعول۔ تم مارو (لگاؤ) + اس کو	أَصْرِبُوهَا
بِ {بَعْضِهَا}۔ ب حرف جر + بَعْضٍ + هَا۔ مرکب اضافی [اس کے بعض حصے کے ساتھ]	بِ {بَعْضِهَا}
ك حرف تشبیہ ہے اور ذَلِك اسم اشارہ ہے دو کو ایک کر دیا ہے [اس طرح]	كَذَلِكَ
{ح سی ی} باب (افعال) أَحْيَى، يُحْيِي أَحْيَاءً، تعلیل کے بعد أَحْيَى، يُحْيِي سے فعل مضارع، جمع مذکر غائب۔ (زندہ کرنا)	يُحْيِي
{مروت} {أَلْمَوْتِ، مَيِّتٌ کی جمع ہے، حالت نصی۔ مفعول (مردوں کو)	الْمَوْتِ
يُرِي + كُمْ، {رء ی} باب افعال، (أَرَى، يُرِي) تعلیل کے بعد (أَرَى، يُرِي) سے فعل مضارع [واحد مذکر غائب (دکھانا)	يُرِيكُمْ
+ كُمْ ضمیر متصل۔ مفعول [وہ (اللہ) تمہیں دکھاتا ہے]	
{ع قل} باب (ض) فعل مضارع، جمع مذکر مخاطب (تفکر و تدبر سے کام لینا)	تَعْقِلُونَ

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل نے قاتل کا پتہ لگانے کے لئے جب بالآخر گائے ذبح کر لی جس کی تفصیل سابقہ آیات میں گزر چکی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے مرحلے کے لئے حکم دیا کہ گائے کے جسم کے ایک ٹکڑے کو مقتول کے جسم کے ساتھ لگاؤ (مارو) جب گوشت کے ایک ٹکڑے کو مقتول کے ساتھ لگایا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور اس نے بول کر کہا کہ مجھے فلاں آدمی نے قتل کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جیسے طریقوں سے (بھی) اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور اپنی جاندار مخلوق کو مار کر زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائے گا اللہ پر یہ مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم (انسانوں) کو اپنی قدرت کے نظارے دکھاتا رہتا ہے تاکہ تم اپنی عقل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کر کے کامیابی پاؤ۔ اللہ تعالیٰ کھول کھول کر یہ باتیں بیان فرما رہا ہے کہ لوگ عقل و سمجھ سے کام لیں اور عبرت پکڑیں۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبَكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ

ثُمَّ	قَسَتْ	قُلُوبُ + كُمْ	مِّنْ	بَعْدِ	ذَلِكَ
پھر	سخت ہو گئے	دل + تمہارے	سے	بعد	اس کے
عاطفہ	فعل ماضی واحد مؤنث غائب	فاعل مضاف + مضاف الیہ	حرف جر	مجرور/مضاف	مضاف الیہ

قرآن مجید کی لغوی تشریح

الراء / البقرة ۲

فَهِ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ط

ف	ہی	لن + الْحِجَارَةِ	او	أَشَدُّ	قَسْوَةً
تو	وہ (دل)	مانند+ پتھروں کے	یا	زیادہ/ سخت	سختی میں
تعلیلیہ	اسم ضمیر (مبتدا)	حرف جر + مجرور (خبر)	عاطفہ	اسم تفضیل مبتدا محذوف کی خبر	تمیز (منصوب)

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

و	إِنَّ	مِنَ	الْحِجَارَةِ	لَمَا	يَتَفَجَّرُ	مِنْهُ
اور	یقیناً	سے	پتھروں	یقیناً + جو	پھوٹ رہتی ہیں	سے + اس
حالیہ	حرف مشبہ بالفعل	حرف جر	مجرور (إن کی خبر مقدم)	کلمہ تاکید + موصولہ	مضارع واحد مذکر غائب	حرف جر + مجرور

الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءٌ

الْأَنْهَارُ	وَ	إِنَّ	مِنَ	هَا	لَمَا
نہریں	اور	بے شک	سے	اس	یقیناً + جو
فاعل	عاطفہ	حرف مشبہ بالفعل	جار + مجرور (خبر مقدم)	کلمہ تاکید + اسم موصول۔	إن کا اسم مؤخر

يَشْتَقُّ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ط وَ

يَشْتَقُّ	فَ	يَخْرُجُ	مِنَ	كَ	الْمَاءُ	وَ
پھٹ جاتے ہیں	تو	نکلتا ہے	سے	اس	پانی	اور
مضارع، واحد مذکر غائب (فاعل هو) (مستتر))	عاطفہ	مضارع (ن)	جار	مجرور	فاعل	عاطفہ

إِنَّ مِنْهَا لَمَاءٌ يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ط

إِنَّ	مِنَ	هَا	لَمَا	يَهْبِطُ	مِنَ	خَشْيَةِ	اللَّهِ
یقیناً	سے	اس	یقیناً + جو	گرتا ہے	سے	ڈر	اللہ کے
حرف مشبہ بالفعل	جار + مجرور (خبر مقدم)	کلمہ تاکید + إن کا اسم مؤخر	فعل مضارع	جار	مجرور/مضاف	مضاف الیہ	